ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۳۰ اگست ۱۹۵۷ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین، لاہور

اقوالِ زرّیں

(صرف خدام الدین کے لئے)

(از جناب عبدالرحیم صاحب جاوید الہ آبادی مدیر معاون ماہنامہ طارق وزیر آباد)

۱۔ احمق آدمی کے ساتھ نشست و برخاست نہ رکھو۔ کیونکہ وہ اپنے بُرے فعل کو تمہاری نظروں میں پسندیدہ بنا دے گا۔ اور چاہے گا کہ تم بھی ویسے ہی ہو جاؤ جیسا کہ وہ خود ہے۔

۲۔ سامانِ عبرت بیحد و حساب ہے لیکن اس سے عبرت پکڑنے والے بہت کم۔

۳۔ جس انسان میں غیرت ہو وہ کبھی زنا نہیں کرتا۔

۴۔ انسان (دُنیا دار) بیٹا مر جانے پر صبر کر سکتا ہے۔ مگر مال کے چھن جانے پر آرام پذیر نہیں ہوتا (یعنی دُنیا داروں کو مال کی محبت اولاد سے زیادہ ہوتی ہے۔)

۵۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ مسلمانوں کا امیر مَیں ہوں اور فاسق و فاجر لوگوں کا امیر مال ہے۔

۶۔ تنہائی کی حالت میں گناہوں سے بچو۔ کیونکہ جو تمہارا گواہ ہے وہی تمہارا حاکم بھی ہے۔

۷۔ بہتر عمل وہی ہے جس میں تُو اپنے نفس کو مجبور کرے (یعنی نفس کی مخالفت کی جائے۔)

۸۔ آخرت کا سفر ایسا ہے جو بہت جلد آنے والا ہے۔

۹۔ بے جا تعصب سچی رائے کو گنوا دیتا ہے۔

۱۰۔ اے ابنِ آدم تو جو دن رات کوشش سے اتنا مال کماتا ہے اور اُسے خرچ نہیں کرتا تو اس کی حفاظت میں گویا تو غیروں کا خزانچی ہے۔

۱۱۔ لالچ دائمی غلامی ہے جس سے کبھی نجات نہیں ملتی۔

۱۲۔ جو شخص حق کا مقابلہ کرتا ہے۔ ہلاک ہو جاتا ہے۔

۱۳۔ صبر کرنے والا آدمی کامیابی کو نہیں کھوتا گو صبر کا زمانہ دراز ہی ہو۔

۱۴۔ اپنے بھائی پر بطور احسان عتاب کر اور مروّت و بخشش سے اس کی شرارت کو روک دے۔

۱۵۔ انسان اپنی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے (یعنی بولنے پر انسان کی قدر معلوم ہو جاتی ہے۔)

۱۶۔ غم و اندیشہ بھی نصف بُڑھاپے کے برابر ہے۔

۱۷۔ جو شخص میانہ روی اختیار کرتا ہے وہ محتاج کبھی نہیں ہوتا۔

۱۸۔ دوست تب ہی دوست کہلا سکتا ہے۔ جب کہ اپنے دوست کی حفاظت تین باتوں میں کرے۔ (۱) سختی کے ایام میں اس کی مدد (۲) غائبانہ حالت میں اس کی خیر خواہی (۳) مرنے کے بعد اس کا ذکر خیر۔

۱۹۔ جس قدر اہل و عیال کا بوجھ آدمی کے سر پر ہوتا ہے اس کے مطابق خدا سے امداد ملتی رہتی ہے۔

۲۰۔ تیرا خُدا کو بڑا جاننا دوسری مخلوق کو تیری نظروں میں حقیر بنا دیتا ہے

۲۱۔ مجھے متکبر آدمی پر تعجب آتا ہے کہ کل تو ایک ناچیز قطرہ پانی کا تھا اور آئندہ کل کو مردار ہو کر زیر زمین دفن ہو گا

۲۲۔ مَیں اس شخص کو بھی تعجب کی نگاہوں سے دیکھتا ہوں۔ جو موت کو بھولے بیٹھا ہے۔ باآنکہ وہ لوگوں کو اپنے سامنے مرتا ہُوا دیکھ رہا ہے۔

۲۳۔ مَیں اس شخص پر بھی متعجب ہوں جو آخرت میں دوبارہ پیدا ہونے سے انکار کرتا ہے۔ حالانکہ اسے علم ہے۔ کہ وہ عدم سے وجود میں آیا ہے۔ مجھے اُس شخص پر بھی تعجب آتا ہے۔ جو دُنیائے ناپائدار کو آباد کرتا ہے۔ اور ہمیشہ کے گھر کو بھولکر چھوڑ بیٹھا ہے۔

۲۴۔ ایمان صحیح کی حالت میں سوتے رہنا منافقانہ نماز سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

۲۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے اس حالت میں دیکھا جبکہ آپؐ پھٹا ہوا اور ٹانکے لگا ہُوا تہبند باندھے ہوئے تھے اور اس کی نسبت آپؐ سے دریافت کیا گیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اس سے دل عاجزی قبول کرتا ہے۔ اور نفس ذلیل ہوتا ہے۔ اور ایماندار لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں۔

۲۶۔ بوڑھے شخص کی تدبیر نوجوان کے میدان جنگ میں ثابت قدم رہنے سے کہیں زیادہ اچھی ہے۔

۲۷۔ آدمی جو سانس لیتا ہے وہ موت کی طرف قدم اُٹھاتا ہے۔

۲۸۔ جب عقل کامل ہو جاتی ہے۔ تو بولنا کم ہو جاتا ہے۔

۲۹۔ جاہل آدمی یا تو حد اعتدال سے بڑھ جاتا ہے یا کمی کرتا ہے۔

۳۰۔ بُری عورت ایک بچھّو ہے۔ جو دلربا وضع میں دکھائی دیتا ہے۔

۳۱۔ اہل دُنیا ایسے قافلوں کی مانند ہیں جو بحالت خواب چلائے جا رہے ہیں۔

۳۲۔ سخاوت وُہی ہے جو بلا سوال کی جائے اور جو سوال پر کی جائے وہ تو ایک گونہ حیا اور ندامت سے بچنے کے لئے ہے۔

۳۳۔ جب تک تیرا بخت یاور ہے۔ تیرا عیب پوشیدہ رہتا ہے۔

۳۴۔ اگر مَیں اپنی تلوار مومن کی ناک پر چلا کر اُسے مجبور کروں کہ وہ مجھ سے بغض رکھے۔ تو کبھی بھی وہ مجھ سے بغض نہیں رکھے گا۔ یا اگر دُنیا و مافیہا کے خزانے اس خیال سے منافق کے پاس جمع کر دوں کہ وہ مجھے دوست رکھے تو وہ مجھے کبھی دوست نہیں رکھے گا۔

۳۵۔ جب دُنیا و مافیہا فانی ہیں تو ان سے دوستی کا کیا فائدہ۔ دوست اُس کو بناؤ جو کبھی فانی نہ ہو۔ وہ صرف اللہ پاک کی ذات ہے۔ اور بس۔

۳۶۔ درویش کا کمال یہ ہے۔ کہ ذاتِ باری تعالےٰ کے سوا سب سے بے نیاز ہو جائے۔ کسی کے سہارے کا دل میں خیال نہ رکھے۔

ہفت روزہ خدام الدین لاہور
فی پرچہ چار آنے — چندہ سالانہ گیارہ روپے
جلد ۳ | ۴ صفر المظفر ۱۳۷۷ھ مطابق ۳۰- اگست ۱۹۵۷ء | شمارہ ۱۶

یہ اخراجات

حال ہی میں حکومت کی جانب سے ایک کمیٹی مقرر کی گئی تھی کہ وہ سرکاری دفاتر کے بڑھتے ہوئے اخراجات کا جائزہ لے اور ان کو کم کرنے کی سفارشات کرے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق اس کمیٹی نے اب تک صرف تین وزارتوں کے اخراجات کا جائزہ لیا ہے۔ اور اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ اوّلاً ان وزارتوں میں ضرورت سے زیادہ اسٹاف ہے۔ ثانیاً بعض سرکاری بنگلوں میں ۳۵ ہزار روپیہ سے زیادہ مالیت کا فرنیچر ہے۔ اور ثالثاً سرکاری گاڑیوں (اسٹاف کاروں) کو بے تحاشا استعمال کیا جاتا ہے جس سے پٹرول وغیرہ کے اخراجات کا بارِ گراں سرکاری خزانہ پر پڑتا ہے۔

ہم تخریبی تنقید کے قائل نہیں صرف اخباری رپورٹ پر ان الفاظ میں تبصرہ کرنا چاہتے ہیں۔ کہ اخباری رپورٹ کی حکومت کی جانب سے ابھی تک کوئی تردید شائع نہیں ہوئی۔ اس لئے ہم اس نتیجہ پر پہنچنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ یہ رپورٹ درست ہے۔ یہ رپورٹ صرف تین وزارتوں سے متعلق ہے۔ خیال کیا جا سکتا ہے کہ باقی وزارتیں جن کی تعداد پون درجن ہے وہاں بھی یہی کیفیت ہوگی۔

پاکستان ایک غریب ملک ہے جس کی بیشتر آبادی ایک طرف ناخواندگی اور جہالت میں گرفتار ہے اور دوسری طرف افلاس و گرانی کا شکار۔ اس حالت میں مرکزی حکومت کے وزراء کے یہ لیل و نہار زبانِ حال سے یہ کہہ رہے ہیں کہ ان کے دل میں قوم و ملک کا کوئی درد نہیں اگر عوام کی طرف سے ایسے شاہانہ اخراجات کی شکایت ہوتی ہے تو اسے انتشار پسندی اور تخریب پر محمول کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ تو خود حکومت کی مقرر کردہ کمیٹی کی رپورٹ ہے۔

ہماری وزارتوں نے اتنے آدمی کیوں مامور کر رکھے ہیں؟ اس کے کم و بیش دو ہی وجوہ ہو سکتے ہیں۔ ایک کنبہ پروری اور دوسرے جسے عرفِ عام میں سیاسی رشوت کہا جاتا ہے۔ کہ اراکینِ اسمبلی اور کسی خاص پارٹی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اعلےٰ ملازمتیں تقسیم کر دی جائیں۔ پھر ہمارے وزراء کے غیر ممالک میں دورے ملک کے خزانے پر بڑا بھاری بوجھ ہیں۔ وزارتِ خارجہ کا شاید ہی کوئی معمولی افسر ایسا ہوگا جو بیرونِ پاکستان سرکاری اخراجات پر نہ گیا ہو۔ ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ ہمارے غریب ملک کے وزیرِ اعظم جب کبھی بیرونِ ملک تشریف لے گئے تو اپنے جلو میں حواریوں کا ایک جمِ غفیر لے کر گئے۔ وزیرِ اعظم کے پاس باہر جانے کا تو جواز ہوگا۔ لیکن ان کے خاندان کی معیت سرکاری خرچ پر کیا معنی رکھتی ہے؟ ہمارے اربابِ اختیار نے ملک کے باہر سیر و سیاحت کی باریاں مقرر کر رکھی ہیں وزراء تو خیر دورے کریں گے ہی یہ اراکینِ مرکزی اسمبلی بھی وفد کی صورت میں یورپ، امریکہ سرکاری خرچ پر ہی جاتے ہیں۔

ہر وزارت میں بے شمار سرکاری کاریں ہوتی ہیں۔ جن کے لئے خوبصورت اور جدید ترین ماڈل کا ہونا ضروری ہے ان کا استعمال قانوناً "بکارِ سرکار" ہی ہونا چاہیئے۔ لیکن حالت یہ ہے کہ وزراء کیا اُن کے اردلی تک انہی کاروں کو نجی طور پر استعمال کرتے ہیں۔

یہ واقعات اُن رہنماؤں کے لئے باعثِ صد ننگ ہیں جو آج ہم پر مسلّط ہیں۔ اور جو اپنے پیشرو حکمرانوں کی تضحیک کرتے تھکتے نہیں تھے۔ پاکستان ایک اسلامی جمہوریہ ہے، اسلامی جمہوریت کے نمونے خلفائے راشدین اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دورِ خلافت میں دیکھئے۔ جہاں پرائیویٹ گفتگو کے دوران میں سرکاری چراغ بھی خیانت کے ڈر سے گل کر دیا جاتا تھا۔ اسلامی جمہوریت کا مطلب یہ نہیں کہ محمد شاہ رنگیلے جیسے بادشاہوں کے لیل و نہار پیدا کئے جائیں اللہ تعالےٰ نے آپ کو آج اگر فرمانروائی دی ہوئی ہے تو کل اس کا حساب بھی کیا جائے گا۔ اگرچہ آپ جمہور کے ووٹوں سے ان کرسیوں پر متمکن نہیں ہوئے لیکن آپ کو ان کی نمائندگی کا دعوےٰ تو ہے۔ انکی خون پسینہ سے پیدا کردہ دولت کو مالِ وراثت نہ سمجھئے۔ کہ جسے دونوں ہاتھوں سے لٹا دیا جائے۔ یہ درست ہے کہ آپ وزیر ہیں آپ کو موٹر کی بھی ضرورت ہے۔ اور امورِ سلطنت انجام دینے کے لئے مددگاروں کی بھی ضرورت ہے۔ لیکن ہم بہی خواہوں کی آپ سے یہ درخواست ہے۔ کہ ضرورت سے تجاوز نہ کیجئے۔ ضرورت اور تعیش میں امتیاز کیجئے۔ اپنے اہل و عیال پر صرف نجی دولت صرف کیجئے آپ کی طرح وہ سرکاری یا عوامی ملازم نہیں۔

قانونی کمیشن

قارئینِ کرام نے قانونی کمیشن کے اسمائے گرامی بذریعہ اخبارات دیکھ ہی لئے ہوں گے۔ خدام الدین اس ضمن میں کوشاں رہا ہے کہ کمیشن کا تقرر جلد از جلد کیا جائے۔ حکومت نے کمیشن کے ارکان کا تقرر کر دیا۔ لیکن مسلمانوں کی اکثریت کمیشن کے ممبروں کی اکثریت کے متعلق مطمئن نہیں ہے۔ کمیشن میں ایسے اصحاب بھی موجود ہیں۔ جن سے مسلمان بہت زیادہ دل شکستہ ہیں۔ حکومت کے ایوانوں میں یا اہلِ اقتدار کے نزدیک ایسے آدمیوں کی قدر و منزلت ہو تو ہو۔ لیکن جمیع مسلمان ان کی تقریروں اور تحریروں سے بدرجہ غایت نالاں ہیں۔ جہاں تک کمیشن کے شیعہ اراکین کا

باقی صفحہ ۱۹ پر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۲۵۔ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۳۔ اگست ۱۹۵۷ء

جو بدنصیب مذہبی جماعتیں بے عمل ہو جائیں تو انہیں کئی طرح کی سزائیں ملتی ہیں

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

آج کل میری قوم (مسلمان) کی اکثریت اسی طرح قانون الٰہی (قرآن مجید) کی مخالفت کر رہی ہے۔ جس طرح پہلی تباہ شدہ بدنصیب قومیں اپنے اپنے مذہب کے تسلیم کردہ قوانین الٰہیہ کی مخالفت کیا کرتی تھیں۔ پھر جو ان کا حشر ہوا تھا خطرہ ہے۔ کہ ان کا حشر بھی ویسا ہی نہ ہو۔ اس لئے میرا فرض ہے کہ اپنی قوم کو ان خطرناک حالات کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کروں۔ خدانخواستہ ساری قوم نہ سہی۔ ممکن ہے۔ کہ کسی کسی کے دل میں خدا تعالےٰ کی گرفت کا ڈر پیدا ہو جائے اور وہ لوگ راہ راست پر آجائیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے عذاب سے بچ جائیں۔ خدانخواستہ اگر زیادہ کو ہدایت نہ بھی ہوئی اگر ایک شخص کو بھی ہدایت ہوگئی۔ اور تائب ہوکر احکام الٰہی کی تابعداری کرنے لگ گیا۔ تو بھی میں اپنے آپ کو کامیاب سمجھوں گا۔ اس چیز کی شہادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں موجود ہے

شہادت

خیبر کی جنگ میں جب آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جھنڈا عطا فرمایا۔ تو انہیں ارشاد فرمایا۔ لَاَنْ یَّھْدِیَ بِکَ رَجُلًا وَاحِدًا خَیْرٌ لَّکَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ۔

ترجمہ۔ اگر تیرے ذریعہ سے ایک آدمی کو بھی ہدایت ہوگئی۔ تو تیرے لئے سرخ اونٹوں کے مال غنیمت سے وہ بہتر ہے۔

ہدایات مذہبی سے روگردانی کے باعث یہود کو سزائیں

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (۵)

سورہ المائدہ رکوع ۳ پارہ ۶

ترجمہ۔ پھر ان کی عہدشکنی کے باعث ہم نے ان پر لعنت کی۔ اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔ وہ لوگ کلام کو اس کے ٹھکانے سے بدلتے ہیں۔ اور اس نصیحت سے نفع اٹھانا بھول گئے۔ جو انہیں کی گئی تھی۔ اور تو ہمیشہ ان کی کسی نہ کسی خیانت پر اطلاع پاتا رہے گا۔ مگر تھوڑے ان میں سے سو انہیں معاف کر۔ اور درگزر کر۔ بیشک اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

شیخ الاسلام کا حاشیہ

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں۔ (فبما نقضھم میثاقھم) "لعن کے معنی طرد اور ابعاد کے معنی ہیں۔ یعنی عہد شکنی اور غداری کی وجہ سے ہم نے اپنی رحمت سے انہیں دور پھینک دیا۔ اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ سے ظاہر فرما دیا۔ کہ ان کے ملعون اور سنگدل ہونے کا سبب عہد شکنی اور بیوفائی ہے جو خود انہیں کا فعل ہے۔ اسباب پر مسبب کا مرتب کرنا چونکہ خدا ہی کا کام تھا۔ اس لحاظ سے جعلنا قلوبھم قاسیۃ کی نسبت اسی کی طرف کی گئی" "يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ" یعنی خدا کی کلام میں تحریف کرتے ہیں۔ کبھی اس کے الفاظ میں کبھی معنی میں۔ کبھی تلاوت میں۔ تحریف کی یہ سب اقسام قرآن کریم اور کتب حدیث میں بیان کی گئی ہیں۔ جس کا قدرے اعتراف آج کل بعض یورپین عیسائیوں کو بھی کرنا پڑا ہے۔" "وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ" یعنی چاہئے تو یہ تھا کہ ان قیمتی نصیحتوں سے فائدہ اٹھاتے۔ جو مثلاً نبی آخرالزماں کی آمد اور دوسرے مہمات دینیہ کے متعلق ان کی کتابوں میں موجود تھیں۔ مگر اپنی غفلتوں اور شرارتوں میں پھنس کر یہ سب بھول گئے۔ بلکہ نصیحتوں کا وہ ضروری حصہ ہی گم کر دیا۔ اور اب بھی جو نصیحتیں اور مفید باتیں خاتم النّبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے انہیں یاد دلائی جاتی ہیں۔ ان کا کوئی اثر قبول نہیں کرتے حافظ ابن رجب حنبلی نے لکھا ہے۔ کہ "نقض عہد" کے سبب سے ان میں دو باتیں آئیں۔ "ملعونیت" اور "قسوۃ قلب" ان دونوں کا نتیجہ یہ دو چیزیں ہوئیں "تحریف کلام اللہ" اور "عدم انتفاع بالذکر" یعنی لعنت کے سبب سے ان کا دماغ ممسوخ ہوگیا۔ حتی کہ نہایت بیباکی اور بدعقلی سے کتب سماویہ کی تحریف پر آمادہ ہوگئے۔ دوسری طرف جب عہدشکنی کی نحوست سے دل سخت ہوگئے تو قبول حق اور نصیحت سے متاثر ہونے کا مادہ نہ رہا۔" "وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ" اس طرح علمی اور عملی دونوں قسم کی قوتیں ضائع کر بیٹھے۔ اب ان کی دغابازی اور خیانت کا سلسلہ آج تک چل رہا ہے اور آئندہ بھی چلتا رہے گا۔ اس لئے ہمیشہ ان کی کسی نہ کسی دغابازی اور مکر و فریب پر آپ مطلع ہوتے رہتے ہیں۔ (الا قلیلا منھم) یعنی عبداللہ بن سلام وغیرہ جو اسلام میں داخل ہوچکے "اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ" یعنی جب ان کی عادت قدیمہ ہی یہ ہے تو ایسے لوگوں سے ہر جزئی پر الجھنے اور ان کی ہر خیانت کا پردہ فاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ "فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ" ان کو چھوڑیئے۔ اور درگزر کیجئے۔ اور ان کی برائی کا بدلہ عفو و احسان سے دیجئے۔ شاید اسی سے کچھ متاثر ہوں۔ قتادہ وغیرہ نے کہا ہے"

کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ "قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ الخ سے مگر اس کی کچھ حاجت نہیں۔ قتال کے حکم سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ کسی وقت اور کسی موقعہ پر بھی ایسی قوم کے مقابلہ میں عفو و درگزر اور تالیف قلب سے کام نہ لیا جائے۔"

یہود کو نقض عہد الٰہی کے باعث

مندرجہ ذیل سزائیں ملیں

ملعونیت[1]۔ قسوۃ قلب[2] ان دونوں کا نتیجہ "تحریف کلام اللہ"[3] اور عدم انتفاع[4] بالذکر۔

پانچویں اور چھٹی سزا یہود گدھوں کی طرح ہیں۔ اور ظالم ہیں۔

مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ط بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ ۝

سورہ الجمعہ رکوع ۱ پارہ ۲۸

ترجمہ۔ ان لوگوں کی مثال جنہیں توراۃ اُٹھوائی گئی تھی۔ پھر انہوں نے اسے نہ اٹھایا گدھے کی سی مثال ہے۔ جو کتابیں اُٹھاتا ہے ان لوگوں کی بہت بُری مثال ہے۔ جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

یہ دو سزائیں بھی نقض عہد الٰہی کے باعث ملی ہیں

یہود کو توراۃ زندگی کا دستور العمل بنانے کے لئے دی گئی تھی۔ مگر انہوں نے زندگی کا دستور العمل نہیں بنایا۔ اس لئے ارشاد باری تعالےٰ ہُوا کہ ان کی مثال گدھے کی سی ہے۔ کہ پیٹھ پر کتابیں اُٹھائے ہوئے ہے۔ مگر اس پر عمل کرنے کی توفیق نہیں ہے اس آیت میں ان پر دوسرا الزام قائم کیا گیا ہے۔ کہ یہ ظالم ہیں۔ کیونکہ یہود یہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمارا معبود ہے۔ اور ہم اس کے بندے ہیں۔ وہ ہمارا خالق اور ہم اس کے مخلوق ہیں۔ وہ ہمارا رازق اور ہم اس کے پروردہ ہیں۔ وہ اس جہان کا بادشاہ اور ہم اس کی رعایا ہیں۔ ان عقائد کے ہوتے ہُوئے بھی جب اس کی طرف سے نازل شدہ دستور العمل پر عمل نہ کریں تو انہیں ظالم کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

نصاریٰ کی عہد شکنی

اور اُس کی سزا

وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوْا اِنَّا نَصٰرٰى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ط فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ط وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝

سورہ المائدہ رکوع ۳ پارہ ۶

ترجمہ۔ اور جو لوگ اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں۔ ان سے بھی ہم نے عہد لیا تھا۔ پھر وہ اس نصیحت سے نفع اُٹھانا بھول گئے۔ جو انہیں کی گئی تھی۔ پھر ہم نے ان کے درمیان ایک دوسرے کی دشمنی اور بغض قیامت تک کے لئے ڈال دیا۔ اور اللہ اُن کا کیا ہُوا انہیں جتلا دے گا۔

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔

"یعنی یہود کی طرح ان سے بھی عہد لیا گیا۔ لیکن یہ بھی عہد شکنی اور بے وفائی میں اپنے پیشروؤں سے کچھ کم نہیں رہے۔ انہوں نے بھی ان بیش بہا نصائح سے جن پر نجات و فلاح ابدی کا مدار تھا۔ کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ بلکہ "بائیبل" میں نصیحتوں کا وہ حصّہ باقی ہی نہ چھوڑا۔ جو حقیقۃً مذہب کا مغز تھا۔ (فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ) یعنی باہم نصاریٰ میں یا یہود اور نصاریٰ دونوں میں) عداوتیں اور جھگڑے ہمیشہ کے لئے قائم ہو گئے۔ آسمانی سبق کو ضائع کرنے اور بُھلا دینے کا جو نتیجہ ہونا چاہئے تھا وہ ہُوا۔ یعنی جب وحی الٰہی کی اصلی روشنی ان کے پاس نہ رہی۔ تو اوہام و اہواء کی اندھیریوں میں ایک دوسرے سے اُلجھنے لگے۔ مذہب تو نہ رہا۔ پر مذہب کے جھگڑے رہ گئے۔ بیسیوں فرقے پیدا ہوکر اندھیرے میں ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔ یہ ہی فرقے وار تصادم آخر کار آپس کی شدید ترین عداوت و بغض پر منتہیٰ ہُوا۔

نصاریٰ کو عہد شکنی کے باعث

دو سزائیں ملیں۔ آپس میں دشمنی[1] اور بغض[2]

جن کے متعلق کافی تفصیل حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے حاشیہ میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

مسلمانوں کے متعلق حضور انور کی پیشگوئی

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ۔ متفق علیہ

ترجمہ۔ ابی سعید رضؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ البتہ تم ضرور تم سے پہلوں کے طریقوں کی تابعداری کرو گے۔ (یعنی انہیں کے طریقے اختیار کرو گے) بالشت بھر بالشت اور ہاتھ بھر ہاتھ (برابر اُترو گے) یہاں تک (تابعداری کرو گے) کہ اگر وہ گوہ کی بل میں داخل ہُوئے تھے۔ تم (اس بات میں بھی) ان کی تابعداری کروگے۔ عرض کی گئی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا (پہلے لوگوں سے آپ کی مراد) یہود اور نصاریٰ ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ پھر اور کون۔ (یعنی میری مراد یہود اور نصاریٰ ہی ہیں۔ تم بھی یقیناً وہ غلطیاں کروگے جو انہوں نے کی تھیں۔ اور تمہیں بھی وہی سزائیں ملیں گی۔ جو انہیں دی گئی تھیں)

آپ کا فرمان وحی الٰہی ہوتا ہے

سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرمایا تھا۔ کہ آپ جو کچھ بھی فرماتے ہیں۔ وہ دراصل میری ہی طرف سے آپ کے دل میں ڈالا جاتا ہے۔ اور آپ القاء الٰہی کو اپنی زبان مبارک سے لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں۔

ارشادِ الٰہی

(وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝) سورۃ النجم رکوع علے پارہ ۲۷ ترجمہ:۔ اور نہ اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہے۔ یہ تو وحی ہے۔ جو اس پر آتی ہے

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے حاشیہ پر فرماتے ہیں " یعنی کوئی کام تو کیا۔ ایک حرف بھی آپ کے دہن مبارک سے ایسا نہیں نکلتا۔ جو خواہش نفس پر مبنی ہو بلکہ آپ جو کچھ دین کے باب میں ارشاد فرماتے ہیں۔ وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ اس وحی متلوّ کو " قرآن" اور غیر متلوّ کو "حدیث" کہا جاتا ہے۔

لہٰذا

مذکور الصدر حدیث جو پیش کی گئی ہے۔ اس قاعدے کے لحاظ سے وہ دراصل اللہ تعالےٰ ہی کا اعلان ہے۔ کہ مسلمانوں کی حالت آئندہ یہود و نصاریٰ کی طرح ہو جائے گی۔

البتہ ایک قسم کا فرق

ضرور رہے گا۔ یہود و نصاریٰ کی آسمانی کتابوں (توراۃ اور انجیل) کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے نہیں اٹھایا تھا اس لیئے وہ کتابیں دنیا میں محفوظ نہیں رہیں۔ لہٰذا ان کے پاس آسمانی کتاب ہے ہی نہیں۔ کہ اس کی روشنی سے فائدہ اٹھا کر صحیح راستہ پر چل سکیں۔ مسلمانوں پر اللہ تعالےٰ کا خاص فضل ہے۔ کہ ان کی آسمانی کتاب کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے اٹھایا ہوا ہے۔ اس لیئے مسلمان اپنی آسمانی کتاب پر عمل کرنا چاہیں۔ تو ان کی کتاب مقدس ہر شہر۔ ہر قصبہ ہر بستی بلکہ مسلمانوں کے ہر گھر میں موجود ہے۔

قرآن مجید کی حفاظت کا ثبوت

(اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ) سورۃ الحجر رکوع علے پارہ ۱۴ ترجمہ:۔ ہم نے یہ نصیحت اتاری ہے۔ اور بے شک ہم اس کے نگہبان ہیں۔

قرآن مجید کی حفاظت کا عجیب طریقہ

اللہ تعالیٰ جس طرح اپنی ذات اور صفات میں بے نظیر ہے۔ اسی طرح اس کا ہر کام بھی نرالا ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی حفاظت کا جب ذمہ اٹھایا۔ تو اسے ایسی جگہ محفوظ کر دیا۔ کہ نہ وہاں سے کوئی چوری کر سکتا ہے۔ اور نہ وہاں سے کوئی ڈاکو اٹھا کر لے جا سکتا ہے۔ اور وہ جگہ انسان کا دماغ ہے۔ آج دنیا کی سطح پر کسی مذہب کی کوئی کتاب بھی آپ سوائے قرآن مجید کے انسانوں کے دماغوں میں محفوظ نہیں پائیں گے۔ ہندوؤں میں ویدوں کا ایک شخص بھی حافظ نہیں ملے گا۔ عیسائیوں کی چاروں انجیلوں کا ایک حافظ بھی نہیں ملے گا۔ اور دنیا کے ہر خطہ میں ہمارا کہیں بھی آپ جائیں گے۔ آپ کو قرآن مجید کے کئی حافظ مل جائیں گے۔

حاصل

گذشتہ سطور کا حاصل یہ ہے۔ کہ آج دنیا میں مسلمانوں کی اس مذہبی کتاب (قرآن مجید) کے سوا کوئی آسمانی کتاب محفوظ نہیں ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو یہ نعمت نصیب ہو سکتی ہے۔ کہ اگر ہم لوگ اللہ تعالےٰ کے تجویز کردہ نظام حیات انسانی پر چلنا چاہیں۔ تو ہمارے پاس کتاب الٰہی کی روشنی موجود ہے۔ جس کی روشنی میں چلتے ہوئے سیدھے دروازہ الٰہی پر پہنچ جائیں۔

ایک اور احسان

اللہ تعالےٰ کا مسلمانوں پر ایک اور ایسا احسان ہے جو دنیا کی کسی قوم پر نہیں ہے۔ اور وہ ارشادات نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا محفوظ ہونا ہے۔ حدیث شریف میں اس قسم کے الفاظ ہیں۔ کہ انبیاء سابقین کی کلام میں سے فقط یہ ایک فقرہ ہے۔ اذا لم تستحی فاصنع ما شئت۔ ترجمہ:۔ جب تم میں حیا باقی نہ رہے۔ پھر تو جو چاہے سو کر۔ بخلاف اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ارشاد آج تک محفوظ ہے۔

اس کی شہادت

امام الاولیاء والصلحاء وامام المحدثین فی الهند وكاشف اسرار الشريعة الذى اظن انه لا نظير له فى جامعية الاوصاف الحميدة فى القرون المتاخرة الذى هو جامع بين العلوم الظاهرة والباطنة الامام ولى الله الدهلوى قال فى حجة الله البالغة اَمَّا الصَّحِيْحَانِ فَقَدِ اتَّفَقَ الْمُحَدِّثُوْنَ عَلٰى اَنَّ جَمِيْعَ مَا فِيْهِمَا مِنَ الْمُتَّصِلِ الْمَرْفُوْعِ صَحِيْحٌ بِالْقَطْعِ وَ اَنَّهُمَا مُتَوَاتِرَانِ اِلٰى مُصَنِّفَيْهِمَا وَاَنَّهٗ كُلُّ مَنْ يُّهَوِّنُ اَمْرَهُمَا فَهُوَ مُبْتَدِعٌ مُتَّبِعٌ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ (من باب طبقات كتب الحديث)

ترجمہ:۔ صحیحان (بخاری اور مسلم) پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ کہ ان دونوں کتابوں میں جتنی متصل اور مرفوع حدیثیں ہیں (وہ سب) یقیناً صحیح ہیں۔ اور تحقیق یہ دونوں کتابیں ان کے دونوں مصنفوں سے بے کم و کاست متواتر چلی آرہی ہیں۔ (یعنی ان میں ذرہ بھر شک نہیں ہے۔ کہ یہ دونوں کتابیں وہی ہیں جو ان کے مصنفوں نے تصنیف کی تھیں۔) اور تحقیق شان یہ ہے۔ ہر وہ شخص جو ان دونوں کتابوں کی توہین کرے پس وہ بدعتی ہے۔ اور مومنوں کے راستہ کے سوا کسی دوسرے راستہ پر چلنے والا ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ جس طرح مسلمانوں کے پاس آسمانی کتاب موجود ہے۔ اسی طرح ان کے پاس ارشادات نبویہ بھی صحیح سالم موجود ہیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

باوجودیکہ دونوں چیزیں

موجود ہیں۔ پھر بھی جب مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لیا جائے۔ تو یہود اور نصاریٰ کی اللہ تعالےٰ سے عہد شکنی کے بعد جو حالت ہو گئی تھی۔ بعینہٖ مسلمانوں کی بھی وہی حالت نظر آتی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عام طور پر مسلمانوں میں بھی اللہ تعالیٰ سے عہد شکنی کا مرض پایا جاتا ہے۔

مثلاً

(۱) قسوۃ قلبی۔ دل کا سخت ہو جانا۔ کیا

مسلمانوں میں قسوۃ قلبی والے موجود نہیں ہیں۔ یہ چوری۔ یہ ڈاکہ زنی۔ مسلمانوں کا بے دریغ قتل کر دینا۔ قرض لے کر نہ دینا۔ قرض خواہ کی حالت خواہ کتنی قابلِ رحم کیوں نہ ہو۔

(۲) خیانت۔ بد دیانتی۔ پاکستان بننے کے بعد تو مسلمانوں کی اکثریت اتنی بد دیانت ہو گئی ہے کہ کافر (انگریز) کی حکومت میں بھی اتنے بد دیانت نہیں تھے۔ بازار میں جائیے ہر چیز گاہک کو خالص کہہ کر دیں گے۔ حالانکہ اکثر چیزوں میں ملاوٹ ہوتی ہے۔ مثلاً لاہور میں مرچوں میں سرخ اینٹیں پسی ہوئی۔ ہلدی میں زرد رنگ کی اینٹیں پسی ہوئی ملائی جاتی ہیں۔ آٹے میں سوکھے ٹکڑے جو بھیک مانگنے والے فقیر بچے کھچے ٹکڑے سوکھا کر دکاندار کے ہاں بیچ جاتے ہیں۔ دودھ میں پانی ملایا جاتا ہے۔ دھوبیوں کے سوڈے میں نمک ملایا جاتا ہے۔ سرکاری ملازموں میں انگریز کے وقت میں اتنی رشوت خوری کی عادت نہیں تھی۔ جتنی اب ہے۔ تنخواہ حکومت کے خزانے سے لیتے ہیں اور جس کام کے لئے حکومت کے خزانے سے تنخواہ لیتے ہیں اسی خدمت کے انجام دینے میں رعایا سے مزید معاوضہ لیتے ہیں جو قطعاً حرام ہے۔

(۳) باہمی عداوت۔ اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کو عہد شکنی کے باعث یہ سزا دی تھی۔ کہ ایک دوسرے کے خلاف دلوں میں عداوت اور بغض بھر دیا تھا۔ مسلمانوں کی حالت کو دیکھ لیجئے کہ سیاسیین ہوں۔ یا مذہبی راہ نما دونوں گروہوں میں آپس میں کسقدر عداوت اور دشمنی ہے۔ یہ چیز پتہ دیتی ہے۔ کہ مسلمانوں نے اللہ تعالےٰ سے عہد شکنی کی ہے۔

درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے

اگر یہ ناشائستہ حرکتیں یہود کے نقض عہد الٰہی، کے باعث ان پر لعنتِ الٰہی کے پڑنے کے سبب سے ہو رہی تھیں۔ تو کیا یہی رائے مسلمانوں کے متعلق قائم نہیں کی جا سکتی کہ مسلمانوں نے بھی قانونِ الٰہی (قرآن مجید) کو عمل میں لانے سے موہنہ موڑا۔ اور خواہشاتِ نفسانی کے پیچھے پڑ گئے۔ یہود کی طرح اللہ تعالےٰ ان سے بھی ناراض ہو گیا۔ اور ان سے بھی وہی ناشائستہ حرکتیں ہونے لگیں جو وہ کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالےٰ کا اعلان ہے

(سُنَّۃَ اللّٰہِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ج

اَحادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ وَجَدَ بِھِنَّ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ مَنْ کَانَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ وَمَنْ یَکْرَہُ اَنْ یَعُوْدَ فِی الْکُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَہُ اللّٰہُ مِنْہُ کَمَا یَکْرَہُ اَنْ یُلْقٰی فِی النَّارِ (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ حضرت انس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ پائی جائیں اُس کو ایمان کا مزا و لطف حاصل ہوگا۔ (۱) وہ شخص جو خدا و رسول کو سب سے زیادہ عزیز و محبوب رکھتا ہو۔ (۲) وہ شخص جو بندہ سے صرف خدا کی خوشنودی و رضامندی کے لئے محبت کرے۔ (۳) وہ شخص جس کو خدا نے کفر کی تاریکی میں سے نکال کر اسلام کی نورانیت عطا فرمائی ہو۔ اور پھر وہ کفر کی طرف واپس جانا ایسا ہی بُرا سمجھتا ہو۔ جیسا کہ اس امر کو بُرا سمجھتا ہے کہ اس کو آگ کے اندر ڈال دیا جائے۔

عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاقَ طَعْمَ الْاِیْمَانِ مَنْ رَضِیَ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ حضرت عباس رض بن عبد المطلب سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جس شخص نے خدا کو اپنا پروردگار۔ اسلام کو اپنا دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول مان لیا اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَا یَسْمَعُ بِیْ اَحَدٌ مِّنْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ یَھُوْدِیٌّ وَّلَا نَصْرَانِیٌّ ثُمَّ یَمُوْتُ وَلَمْ یُؤْمِنْ بِالَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِہٖ اِلَّا کَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (اس بزرگ و برتر) ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے۔ کہ اس امت میں سے جو شخص بھی خواہ یہودی ہو یا نصرانی میری (رسالت) کی خبر کو سُنے اور خدا کا جو پیام میں لایا ہوں۔ اس پر ایمان نہ لائے اور مر جائے۔ وہ یقیناً دوزخی ہے

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا" سورۃ الاحزاب رکوع ۸ پارہ ۲۲ ترجمہ:۔ یہی اللہ کا قانون ہے۔ ان لوگوں میں جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں۔ اور آپ اللہ کے قانون میں کوئی تبدیلی ہرگز نہیں پائیں گے۔

حاصل

یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کا جو قانون گذشتہ لوگوں کے لئے تھا۔ آج کل کے دور کے لوگوں کے لئے بھی وہی ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔

استثناء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ آپ کی امت میں ایک جماعت حق پرستوں کی ضرور موجود رہے گی۔ اس لئے یہود و نصاریٰ کی طرح مسلمان سارے کے سارے گمراہ نہیں ہو سکتے۔

اس فرقے کی پہچان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ (تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا۔ کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّۃَ رَسُوْلِہٖ) ترجمہ:۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ جب تک تم ان دو چیزوں کو مضبوط پکڑے رکھو گے۔ ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔ (اور وہ دو چیزیں) اللہ کی کتاب (قرآن مجید) اور اس کے رسول کی سُنت ہیں۔ لہٰذا جو مسلمان اللہ تعالےٰ کے عہد بندگی کو پورا کرنا اور نباہنا چاہے۔ تو وہ ان دو چیزوں کو مضبوط کر کے پکڑ لے۔ (یعنی ان پر عمل کرے) تو اللہ تعالےٰ، راضی ہو جائے گا۔ اور عذاب الٰہی سے نجات ہو جائے گی۔ وما علینا الا البلاغ۔ واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراطٍ مستقیم

مجلس ذکر

منعقدہ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :-

روحانی امراض سے شفایافتہ حضرات کی علامات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ :-

اما بعد میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ اجتماع ان اللہ کے بندوں کا ہوتا ہے۔ جن کو یہ شوق ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کو امراض روحانی سے شفایاب ہو کر دنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے عام طور پر ان بیماریوں کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ جس بیمار کو اپنی بیماری کا احساس نہ ہوگا۔ وہ علاج کیا کرے گا۔ مثلاً ایک شخص کو چھ ماہ سے معمولی اعضاء شکنی کی شکایت ہے۔ کبھی کبھی معمولی سا بخار بھی ہو جاتا ہے۔ چھ ماہ بعد وہ طبیب کے پاس جاتا ہے۔ وہ اس کو احساس دلاتا ہے کہ یہ معمولی اعضاء شکنی نہیں۔ اگر علاج نہ کراؤ گے تو یہی دق بن جائے گی۔ یہی حال امراض روحانی کا ہے۔ جب ان کا عام طور پر احساس ہی نہیں تو علاج کون کرائیگا اگر یہاں دنیا میں علاج نہ کرایا تو قبر میں علاج ہوگا اور قبر جہنم کا گڑھا بن جائے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بالکل ٹھیک ہے۔ کہ کسی کی قبر جہنم کا گڑھا اور کسی کی جنت کا باغ بنتی ہے۔ امراض روحانی کا احساس ہادی کی صحبت میں پیدا ہوتا ہے۔ پھر شوق پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان امراض سے شفا عطا فرمائے۔

آج کا عنوان ہے :-

روحانی امراض سے شفایافتہ حضرات کی علامات :-

اس قسم کے حضرات میں دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ ارتقاء ۔ ۲۔ انحطاط۔ ارتقا کے معنی ہے اوپر چڑھنا اور انحطاط کے معنی ہیں نیچے گرنا۔ قرب الی اللہ میں ان کا ارتقاء ہوتا ہے اور ان کا انحطاط یہ ہوتا ہے کہ ان کی ہستی فنا ہوتی ہے۔ انسان قرب الی اللہ میں جتنا اوپر چڑھتا جاتا ہے۔ اتنی ہی اس کی ہستی فنا ہوتی جاتی ہے۔ جیسے فارسی میں کسی نے کہا ہے۔ ع

قرب شاہاں آتش سوزاں بود

شاعر کا مطلب یہ ہے کہ بادشاہ کے مقربین کو ہر وقت خطرہ رہتا ہے۔ اگر کسی بات پر بادشاہ کو غصہ آ گیا۔ تو فوراً حکم دے دیگا کہ "بتوپ بپرانید" (توپ سے اڑا دو۔) اس کو ادھر لے جایئے تو اس شعر کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ مقربین الٰہی کی ہستی فنا ہوتی ہے۔ ان کے اندر "میں" نہیں ہوتی۔ "میں" کو قرآن مجید میں اتباع ہوا کہا گیا ہے۔

أَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ (سورۃ الجاثیہ رکوع ۳ پ ۲۵) (ترجمہ) بھلا آپ نے اس کو بھی دیکھا جو اپنی خواہش کا بندہ بن گیا)۔ مقربین الٰہی کی زندگی کا نقشہ اس آیت میں پیش کیا گیا ہے۔

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۝ (سورۃ الانعام رکوع ۲۰ پ ۸)

(ترجمہ :- کہہ دیجئے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لئے ہے۔ جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا تھا اور میں سب سے پہلا فرمانبردار ہوں)۔

یہ اعلان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کرایا گیا ہے۔ آپ کو دوسری جگہ ہمارے لئے نمونہ قرار دیا گیا ہے۔ (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ الآیہ (سورۃ الاحزاب رکوع ۳ پ ۲۱) (ترجمہ البتہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اچھا نمونہ ہے) ان دونوں آیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسلمان کی زندگی کا بھی وہی نصب العین ہونا چاہیئے۔ جو حضورؐ کی زندگی کا تھا۔ مقربین الٰہی کی زندگی کا تو بطریق اولےٰ یہ نصب العین ہونا چاہیئے

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب کوئی چیز درجہ کمال کو پہنچ جاتی ہے تو اس کے اندر کچھ علامات پیدا ہو جاتی ہیں۔ جو اس کے درجہ کمال تک پہنچنے کو ظاہر کرتی ہیں۔ مثلاً آم کا درخت جب درجۂ کمال تک پہنچتا ہے تو اس پر آم لگنے شروع ہو جاتے ہیں۔ بچہ جب جوان ہو جاتا ہے تو اس کے چہرے پر داڑھی نمودار ہو جاتی ہے۔ اسی طرح تقرب الی اللہ کی بھی کچھ علامات ہیں جو مقربین الٰہی کے اندر ظاہر ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک علامت ہے کہ ان کی ہستی فنا ہو جاتی ہے۔ پودا جتنا بڑا ہوتا ہے اتنی ہی اس کی جڑیں زمین کے اندر گہری ہوتی ہیں۔

مثلاً اگر ایک سال کا ہے تو جڑ ایک ہاتھ زمین کے اندر ہوگی۔ دو سال کا ہے تو دو ہاتھ ہوگی۔ گویا پودا جتنا اوپر چڑھتا جاتا ہے۔ اتنا ہی نیچے گہرا ہوتا جاتا ہے۔ بعض پیپل اور بڑ کے درختوں کی جڑیں پانی کی سطح تک پہنچ جاتی ہیں۔ اسی طرح کامل قرب الی اللہ میں جتنا اوپر چڑھتا ہے اتنی ہی اس کی ہستی فنا ہوتی جاتی ہے

میرے دو مربی ہیں۔ دائیں طرف والے (حضرت دین پوریؒ) کم بولتے تھے۔ میری بیعت کے بعد وہ چالیس سال زندہ رہے۔ اس عرصے میں میں نے ان کو تقریر کرتے ہوئے نہیں سنا۔ بائیں طرف والے (حضرت امروٹیؒ) بولتے تھے۔ وہ عالم بھی تھے۔ انہوں نے قرآن مجید کا سندھی ترجمہ کیا ہے۔ جو سندھ میں بہت بکتا ہے۔ میں نے ان کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے اب اس کو آٹھویں بار چھپوایا ہے۔ اس ترجمہ کے

ٹائٹل پیج پر میں نے حضرتؒ کو قطب الاقطاب لکھا ہے۔ اس کے لئے میرے پاس دلائل ہیں۔ لیکن حضرتؒ جب کوئی خاص بات فرماتے تو فرماتے۔ "ان گنہگار آنکھوں نے یہ دیکھا"۔ الٰہ آباد میں ایک دفعہ ہندو مسلمان لیڈروں کا دونوں قوموں کے حقوق تعین کرنے کے لئے اجتماع ہوا تھا۔ میں پنجاب کی طرف سے منتخب ہو کر گیا تھا اور حضرت امروٹیؒ سندھ کی طرف سے تشریف لائے تھے۔ الٰہ آباد کا ذکر فرماتے ہوئے حضرتؒ نے ایک دفعہ فرمایا۔ احمد علی تمہیں یاد ہے کہ ایک دن مغرب کے وقت جب کھانا آیا تھا۔ تو تمہاری بائیں طرف ایک شخص تھا۔ جس نے پیالہ میں چاول لے کر رکھ لئے تھے۔ کھاتے نہ تھے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں حضرت۔ یاد ہے۔ فرمایا وہ اس علاقہ کا قطب تھا۔ جس تحصیل میں ڈپٹی کمشنر جاتا ہے تو وہاں کا تحصیلدار اس کے ہمراہ رہتا ہے۔ اسی طرح روحانیت میں بھی ہے۔ جب قطب الاقطاب کہیں تشریف لے جاتے ہیں تو اس علاقہ کا قطب ان کے استقبال کے لئے وہاں ضرور آتا ہے۔

حضرتؒ کا ایک اور واقعہ عرض کرتا ہوں۔ پہلی عالمگیر جنگ کے بعد جب اتحادی فوجیں قسطنطنیہ پر قابض ہو گئیں تو بہت سے قوم کا درد رکھنے والے مسلمان پریشان تھے۔ کہ اب ترکی کا کیا بنے گا۔ مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں صاحب بھی ان میں سے ایک تھے۔ وہ اس زمانہ میں لاہور تشریف لائے تو میں یہاں عبدالعزیز صاحب کے مکان واقعہ بیرون دہلی دروازہ پر ان سے ملنے کے لئے گیا۔ تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ مولوی صاحب کوئی اللہ تعالےٰ کا بندہ بھی ہے جو یہ بتلائے کہ اب ترکوں کا کیا بنے گا۔ میں نے کہا کہ ہاں میرے حضرتؒ ہیں۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ اچھا آپ ان سے دریافت کرکے مجھے فلاں تاریخ کو اسٹیشن پر بتلایئے گا۔ میں نے حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ عرض کیا تو حضرتؒ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالےٰ ۳۔۴ ماہ بعد ترک غالب آ جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یوں معلوم ہوتا تھا۔ جیسے تقدیر الٰہی دیکھ کر فرما رہے ہیں۔ کمالات یہ ہیں۔ اور ہستی اس قدر فنا تھی کہ جب خاص بات فرماتے تو فرماتے "ان گنہگار آنکھوں نے یہ دیکھا"۔

جس کی اپنی ہستی فنا نہ ہو۔ وہ کامل نہیں ہو سکتا۔ اور یہ چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آئی ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے:۔

عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی اِبْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُہٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ (متفق علیہ) (ترجمہ)۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میری تعریف میں زیادتی نہ کرنا۔ جیسا کہ نصاریٰ نے ابن مریمؑ (عیسیٰؑ) کی تعریف میں زیادتی کی۔ میں سوائے اس کے نہیں کہ میں اس کا بندہ ہوں۔ پس تم مجھ کو اللہ کا بندہ اور اس کا رسولؐ کہو)۔ ہر انسان اللہ کا بندہ ہے اور اس سے نیچے کوئی درجہ نہیں۔ حضورؐ کی اپنی حالت یہ ہے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

انبیاء علیہم السلام کا استاد کوئی نہیں ہوتا۔ وہ اللہ تعالےٰ کی نگرانی میں تربیت پاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے حضورؐ کو کیسا سوہنا بنایا۔

صدیق اکبرؓ کے بعد عمرؓ کا درجہ ہے۔ حضرت حذیفہؓ کے پاس حضورؐ کی کچھ راز کی باتیں ہوتی تھیں۔ حضرت عمرؓ ان سے پوچھا کرتے تھے۔ کہ میرا نام کہیں منافقین کی فہرست میں تو نہیں ہے؟

ایک دفعہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابو موسےٰ اشعریؓ میں اس موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی۔ جس کا ذکر مشکوٰۃ شریف میں باب البکاء والخوف کی اس روایت میں آتا ہے۔

ابی بردہ بن ابی موسےٰ کہتے ہیں۔ کہ مجھ سے عبداللہ بن عمرؓ نے کہا۔ تم جانتے ہو میرے باپ نے تمہارے باپ سے کیا کہا تھا۔ میں نے کہا مجھ کو معلوم نہیں۔۔۔ تجھ کو خوش کرتی ہے کہ ہمارا اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی بعثت) کے ساتھ تھا۔ اور ہماری ہجرت آپ کے ساتھ تھی اور ہمارا جہاد آپ کے ساتھ تھا اور ہمارے سارے اعمال آپ کے ساتھ تھے۔ جو ہمارے مال غنیمت کی طرح ہیں۔ (یعنی ثابت و برقرار) اور آپ کے بعد جو عمل ہم نے کئے ہیں ان سے اگر ہم برابر سرابر چھوٹ جائیں تو ہمارے لئے کافی ہے۔ تمہارے باپ نے یہ سن کر میرے باپ سے کہا۔ نہیں یوں نہیں۔ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم نے جہاد کیا۔ ہم نے نماز پڑھی۔ ہم نے روزے رکھے اور بہت سے نیک اعمال ہم نے کئے اور ہمارے ہاتھوں سے بہت سے لوگ مسلمان ہوئے اور امید ہے کہ ہم کو ان اعمال کا ثواب ملے گا" میرے باپ نے یہ سن کر کہا۔ لیکن میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں عمرؓ کی جان ہے۔ میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ جو اعمال ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئے ہیں وہ ثابت و برقرار رہیں۔ اور جو ہم نے آپ کے بعد کئے ہیں۔ ان سے ہم برابر سرابر چھوٹ جائیں۔ میں نے یہ سن کر کہا کہ تمہارے باپ خدا کی قسم میرے باپ سے بہتر تھے (بخاری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر و کسریٰ کی ہلاکت کے متعلق پیشینگوئی فرمائی تھی۔ هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهٗ وَهَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ ۔

اس پیشینگوئی کو عملی جامہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں پہنایا گیا۔ حضرت عمرؓ نے کام یہ کیا کہ ساری دنیا کے کفر کے جھنڈوں کو اسلام کے جھنڈے کے سامنے سرنگوں کر دیا۔ غیر مسلموں نے بھی ان کی عظمت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے۔ کہ اگر ایک عمرؓ اور پیدا ہو جاتا تو تو ساری دنیا میں کفر کا نام و نشان نہ رہتا۔ مگر ان کی اپنی ہستی فنا تھی۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ انسان ہر کافر فرنگ ملحد اور زندیق کو اپنے آپ سے بدرجہا بہتر سمجھے۔

ہم ان کو مجدد مانتے ہیں اور یہ اُن کا حال ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد ہوگا جو دین کو زندہ کرے گا۔

ان کے مجدد ہونے پر امت کا اجماع ہے ان کا درجہ یہ ہے اور حال یہ ہے کہ ہر کافر فرنگ۔ ملحد اور زندیق کو اپنے سے بہتر سمجھتے تھے ۔۔۔ سندھ میں ایک بزرگ تھے جن کا اسم گرامی پیر رشید الدین تھا۔ حاجی محمد یوسف صاحب ریشم والے بہت عیاش تھے وہ ان کے مرید

باقی صفحہ ۱۷ پر

شہادت کی حقیقت

(از جناب مولانا احمد صاحب ایم اے فاضل دیوبند لکھنؤ)

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ج وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

(سورہ الانعام رکوع ۲۰)

یہ کائنات کئی قسم کی مخلوقات پر مشتمل ہے۔ جیسے جمادات۔ نباتات۔ حیوانات۔ ملائکہ اور انسان۔ ان کے فرائض مختلف ہیں لیکن ان فرائض کی نوعیت ایک ہے۔ یعنی ہر ہستی اپنے سے اعلےٰ کے کام آئے۔ اور اس پر قربان ہو۔ اس معیار کے مطابق ہر مخلوق کے مرتبہ کی تعیین بھی کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ مخدوم اپنے خادم سے اعلیٰ ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے جمادات کا طبقہ پست ترین ہے کیونکہ وہ نباتات کی خدمت کر رہا ہے۔ اور اُن کو اپنے اوپر اُگا کر اُنکی خوراک مہیّا کرتا ہے۔ نباتات اپنے سے ادنیٰ طبقہ سے خدمت لینے کے بعد خود اپنے سے اعلےٰ طبقہ یعنی حیوانات کی غذا بن کر ان پر قربان ہوتی ہیں۔ اور اپنی موت سے ان کی زیست کا سامان کرتی ہیں۔ پھر حیوانات کی باری آتی ہے۔ اور وہ کئی طرح اپنے سے افضل طبقہ یعنی انسان کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ انسان ان کا گوشت کھاتا ہے۔ دودھ پیتا ہے ان کی کھالوں سے لباس اور خیمے بناتا ہے۔ ان پر سوار ہوتا ہے اور بوجھ لادتا ہے۔ اور ان سے ہل اور گاڑیاں کھنچواتا ہے۔ جمادات اور نباتات حیوانوں کے واسطہ سے انسان کے کام آنے کے علاوہ بلا واسطہ بھی اس کی خدمت میں مصروف ہیں۔ انسان جمادات پر چلتا پھرتا اور مکان بناتا ہے اور ان سے کئی فائدے اُٹھاتا ہے۔ سورج۔ چاند اور دوسرے سیارے اس کو روشنی اور گرمی پہنچاتے اور اس کے کھیتوں کو نشوونما دیتے ہیں۔ نباتات براہ راست بھی اس کا پیٹ بھرتی ہیں۔ اور جانوروں کا دودھ اور گوشت بن کر بھی۔ الغرض جمادات۔ نباتات اور حیوانات تینوں بلا واسطہ اور بالواسطہ انسان کی خدمت کر رہے ہیں۔ اور انہی کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ کائنات پر غور کرنے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ محسوسات میں ہر چیز انسان کے لئے ہے۔ لیکن انسان کسی چیز کے لئے نہیں ہے۔ اگر دنیا میں انسان کا وجود نہ رہے۔ تو ہر چیز بدستور قائم رہے گی اور اپنا کام انجام دیتی رہے گی۔ سیارے چمکتے اور گردش کرتے رہیں گے۔ سمندر کا پانی بادل بن کر برستا رہیگا۔ دریا جاری رہیں گے۔ ہوائیں چلتی رہیں گی سبزہ اُگتا رہے گا۔ حیوانات پیدا ہوتے اور اپنا اپنا کام کرتے رہیں گے غرض کسی چیز کا وجود انسان کا رہین منت نہیں ہے۔ کیونکہ انسان ان کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔ لیکن اس کے برخلاف اگر موجودات میں سے کوئی چیز بھی معدوم ہو جائے تو انسان کا خاتمہ ہو جائے۔ یا اس کے بعض کام بند ہو جائیں۔ اور اس کے آرام و آسائش میں خلل واقع ہو جائے۔ ہوا اور خورد و نوش کے بغیر اس کی زندگی محال ہے۔ سورج اور سیارے نہ ہوں تو بارش نہ ہو اور کھیت مرجھا جائیں۔ جمادات۔ نباتات اور حیوانات کے بغیر اس کا نظام حیات درہم برہم ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں انسان تمام مخلوقات کے بعد پیدا کیا گیا۔ اس کے لئے جتنی چیزیں ضروری تھیں اس سے پہلے مہیا کر دی گئیں۔ اور اس میں ان سے استفادہ کرنے کی صلاحیت پیدا کی گئی۔ یہ مضمون قرآن میں کئی جگہ بیان کیا ہے

(سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا) سورہ الجاثیہ رکوع ۲

ترجمہ۔ اُس نے آسمانوں اور زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے تابع کر دیا۔

(سَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ط) سورہ النحل رکوع ۲

ترجمہ۔ اُس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو تمہارے تابع کر دیا اور ستارے اس کے حکم سے مسخّر ہیں۔

(سَخَّرَ لَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ)

سورہ ابراہیم رکوع ۵

ترجمہ۔ اس نے سُورج اور چاند کو ایک دستور کے تحت تمہارے تابع کر دیا۔

سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْکُلُوْا مِنْہُ لَحْمًا طَرِیًّا

سورہ النحل رکوع ۲

ترجمہ۔ اس نے سمندر کو تابع کر دیا تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک درکار اند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار
شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

(سعدیؒ)

گوشت خوری پر اعتراض کرنے والے اگر اس فطری اصول پر غور کریں گے۔ تو اُن کو قائل ہونا پڑے گا کہ گوشت انسان کی قدرتی غذا ہے۔ اس کے دانتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدرت نے اسے گوشت خور بنایا ہے۔ جو لوگ گوشت بالکل نہیں کھاتے وہ ایک قدرتی قانون کی خلاف ورزی کر کے نقصان اُٹھاتے ہیں۔

در اصل دُنیا میں کوئی متنفس ایسا نہیں ہے جو گوشت خور نہ ہو۔ سائنس سے ثابت ہوگیا ہے کہ ہوا اور پانی کی قلیل مقدار میں بھی کروڑوں جراثیم موجود ہیں۔ اور نباتات میں بھی جان ہے۔ لہٰذا ہر شخص ہر لمحہ سانس کے ذریعہ سے کروڑوں جراثیم اپنے اندر داخل کرتا ہے۔ اور پانی پی کر کروڑوں جانداروں کو نگل جاتا ہے اور ترکاریاں کھا کر بے شمار جانداروں کو ہلاک کر کے اپنا پیٹ بھرتا ہے۔ اور اس کے باوجود نادانی سے اپنے آپ کو "خالص سبزہ خور" "گوشت خوری سے مجتنب" اور عدم تشدّد کا حامی سمجھتا ہے اور گوشت خوروں کو "بیرحم" قرار دیتا ہے۔ حالانکہ اب سائنس نے "گوشت خوروں" اور ان نام نہاد "غیر گوشت خوروں" کو ایک سطح پر ثابت کر دیا ہے۔ اس علم اور سائنس کے زمانہ میں "گوشت خوروں" پر بیرحمی کا الزام نہایت مضحکہ خیز اور جہالت کا مظاہرہ ہے۔

دُنیا کے دوسرے مذاہب سائنس کی ترقی کا ساتھ نہیں دے سکے۔ اور ان کے اصول غلط ثابت ہوگئے لیکن سائنس کی ترقی کے ساتھ ساتھ اسلام کی صداقت زیادہ واضح ہوتی جاتی

ہے۔ اور دُنیا زبانِ حال سے اس کا اعتراف کرنے پر مجبور ہے۔ سرجگدیش چندر بوس کو تو اب یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ نباتات میں بھی جان ہے لیکن قرآن اب سے چودہ سو برس قبل اعلان کرچکا ہے کہ

(سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ○) سورہ یٰسین رکوع ۳

ترجمہ۔ پاک ہے وہ اللہ جس نے زمین سے اُگنے والی چیزوں کے اور خود ان کے اور ان چیزوں کے جن کو وہ نہیں جانتے جوڑے پیدا کئے۔

(وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○) الذاریات رکوع ۳

ترجمہ۔ ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

"گوشت خوری سے پرہیز" کی تعلیم دورِ جاہلیت میں ان لوگوں نے دی تھی جو اس حقیقت سے ناواقف تھے کہ

. . . .

. . . .

نباتات میں جان ہے۔ اور ہوا اور پانی میں بے شمار جاندار موجود ہیں۔ اگر یہ حقیقت ان کو معلوم ہوتی تو وہ ہرگز ایسی تعلیم نہ دیتے جسے سائنس نے بے بنیاد ثابت کر دیا ہے۔ اسلام جیسا من جانب اللہ اور معقول دین ایسی غیر معقول تعلیم کیونکر دے سکتا ہے۔

اگر "غیر گوشت خور" معذرت کے طور پر کہیں کہ ہوا میں سانس لینے۔ پانی پینے اور سبزی کھانے کے بغیر چارہ نہیں۔ اور زندہ رہنا ممکن نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اپنی جان بچانے کے لئے کروڑوں جانداروں کو ہلاک کرنا پرلے درجہ کی خود غرضی ہے۔ قابلِ تعریف بات تو یہ ہے کہ اپنی جان دیدے۔ لیکن اپنے لئے دوسری مخلوق کا خون نہ کرے۔ کروڑوں جانیں لے کر اپنی جان بچانے والوں کو زیب نہیں دیتا کہ عدم تشدد کا دعوے کریں اور جانوروں کا گوشت کھانے والوں پر سنگدلی کا الزام لگائیں۔

پھر یہ دعوے بھی غلط ہے کہ ہوا۔ پانی اور ترکاری کا استعمال صرف بقدرِ ضرورت جان بچانے کے لئے کیا جاتا ہے۔ جان بچانے کے لئے تو پانی اور ترکاری کی بہت تھوڑی مقدار کافی ہے لیکن یہ لوگ لذّت اور قوّت حاصل کرنے کے لئے طرح طرح کی مشروبات اور غذائیں رات دن میں کئی کئی بار سیر ہوکر پیتے اور کھاتے ہیں۔ اور آکسیجن میں گہرے سانس لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا جانوروں کے گوشت سے پرہیز کرنا حضرت مسیحؑ کے قول کے مطابق مکھیاں چھاننے اور اُونٹ نگل جانے کے مترادف ہے۔ غرض آج کل "غیر گوشت خور" ایک بے معنیٰ اور جاہلانہ اصطلاح ہے۔ اور یہ اسلام کی بیّن فتح ہے۔

اگر جانور کو گوشت کے لئے ذبح کرنا ظلم ہے تو اس پر سوار ہونا۔ مَنوں بوجھ لادنا اور ہل اور گاڑیوں میں جوتنا کیوں ظلم نہیں ہے۔ اس سے یہ خدمات لینے کا حق انسان کو کیونکر حاصل ہوگیا؟ اگر اُسے ذبح ہونے سے اذیت ہوتی ہے تو ان خدمات کے انجام دینے سے بھی کوئی آرام نہیں ملتا۔ دراصل ظلم اور رحم کا مدار تکلیف پر نہیں ہے۔ جو لیکن ایک مریض کو بحالت ہوش کڑوی دوا پلانی یا انجکشن دینا کسی کے نزدیک ظلم نہیں ہے بہرحال اگر انسان جانور سے افضل ہے تو ادنیٰ کا افضل کے کام آجانا ہرگز قابلِ اعتراض نہیں ہوسکتا۔ جو لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں ان کا اعتراض حیوان پرستی پر مبنی ہے۔ جو انسان کو افضل نہ ماننے کا نتیجہ ہے۔ اسلام کی رو سے انسان اشرف المخلوقات ہونے کی حیثیت سے باقی تمام مخلوقات کا مخدوم ہے

(لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ) (سورہ التّین)

بے شک ہم نے انسان کو بہترین اسلوب پر پیدا کیا ہے۔

(وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْۤ اٰدَمَ) سورہ بنی اسرائیل رکوع ۷ ۔ ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی + اگر کہا جائے کہ اس صورت میں ہر جانور انسان کی خوراک بننے کے لائق ہونا چاہئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح نباتات ہر زمین پر نہیں اُگتیں اور جانور ہر نباتات کو نہیں کھاتا اسی طرح انسان کے لئے ہر جانور کا گوشت حلال نہیں ہے۔ غرض مشاہدۂ فطرت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز اپنے سے اعلیٰ کی طرف بڑھ رہی ہے۔ جمادات کا اثر نباتات میں پہنچتا ہے۔ نباتات حیوانوں کے پیٹ میں پہنچ کر گوشت اور دودھ بنتی ہیں۔ جن کو انسان استعمال کرتا ہے۔ اس طرح انسان تمام مخلوقات کے فضائل کا خلاصہ ہے۔

جب ہر چیز انسان کے لئے بنائی گئی ہے تو لازماً سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان کس کے لئے بنایا گیا ہے۔ اس کا وجود بے مقصد نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اشرف المخلوقات ہونے کی وجہ سے اسے بدرجۂ اولیٰ با مقصد ہونا چاہئے۔

(رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ج)

سورہ آلِ عمران رکوع ۲۰

ترجمہ۔ اے ہمارے رب تونے یہ کائنات بیکار پیدا نہیں کی۔

(رَبُّنَا الَّذِیْۤ اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى) سورہ طٰہٰ رکوع ۲

ترجمہ۔ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز پیدا کی۔ اور جس مقصد کے لئے پیدا کی اس کے حصول کا طریقہ بھی اسے بتایا۔

انسان کا مقصد کیا ہو سکتا ہے؟ ہر مخلوق کی مانند اسے بھی اپنے سے اعلیٰ کی طرف دوڑنا چاہئے۔ وہ اعلیٰ کون ہے؟ جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے۔ عالمِ مادی میں ہر مخلوق اس سے ادنیٰ ہے۔ اور اس کی خدمت کر رہی ہے۔ لہٰذا مخلوقات میں صرف ملائکہ کا طبقہ رہ جاتا ہے۔ لیکن عقلاً اور نقلاً وہ بھی انسان سے کمتر ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ انسان کئی قوٰی کا حامل اور ذی عقل اور با اختیار و با ارادہ ہے۔ اور ملائکہ میں صرف ایک قوّت ہے اور وہ اپنے ارادہ و اختیار سے کچھ نہیں کرسکتے اور گناہ پر قدرت نہیں رکھتے۔

(یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ○)

سورہ النحل رکوع ۶

ان کو جو حکم دیا جاتا ہے بجالاتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے ان کی بجائے انسان کو خلافت فی الارض کے لئے منتخب کیا۔ اگر ملائکہ انسان سے برتر ہوتے تو اس خلافت کا مطالبہ نہ کرتے۔ کیونکہ کوئی ہستی اپنے سے ادنیٰ کی آرزو نہیں کرسکتی۔

باقی آئندہ

سلام

(سید سراج احمد صاحب سراج بلند شہری)

جن کا شہ رُسل ہے نام اُن پہ درود اور سلام
روز و شب و صباح و شام اُنؐ پہ درود اور سلام

جو ہیں امامِ اصفیا جو ہیں امام اتقیا
جن کا حبیبِ حق ہے نام اُنؐ پہ درود اور سلام

لائے براق جبرئیلؑ لے گئے اُنؐ کو عرش پر
جن کا ہُوا یہ اہتمام اُنؐ پہ درود اور سلام

بُقعۂ نور تھی زمیں بقعۂ نور آسماں
خُوب ہوئے تھے انتظام اُنؐ پہ درود اور سلام

وعدہ ہے دس درود کا ایک درود کے عوض
اس میں ذرا نہیں کلام اُنؐ پہ درود اور سلام

کلمۂ طیبہ میں ہے نام خدا کے ساتھ ساتھ
احمدِ مصطفےٰ کا نام اُنؐ پہ درود اور سلام

دل میں ہیں اب یہ ولولے چھوڑ کے سارے مشغلے
وردِ زباں رکھوں مدام اُنؐ پہ درود اور سلام

شغلِ حدیثِ مصطفےٰ ہے مری رُوح کی غذا
عمر اسی میں ہو تمام اُنؐ پہ درود اور سلام

صلِّ علےٰ محمدٍ صلِّ علےٰ محمدٍ
ورد رہے علی الدوام اُنؐ پہ درود اور سلام

حشر کے روز سائے میں جن کے لوائے حمد کے
بیٹھیں گے انبیا تمام اُنؐ پہ درود اور سلام

سدرۂ منتہیٰ سے بھی اُنؐ کا ہے منتہیٰ پرے
سب سے رفیع ہے مقام اُنؐ پہ درود اور سلام

مہرِ مبینِ اصطفیٰ ماہِ تمام اجتبیٰ
جن میں ہیں خوبیاں تمام اُنؐ پہ درود اور سلام

سلسلۂ نبوت و بعثتِ مرسلین کا
جن پہ ہُوا ہے اختتام اُنؐ پہ درود اور سلام

منظرِ روضۂ نبیؐ آتا ہے یاد جب سراج
لیتا ہوں مَیں جگر کو تھام اُنؐ پہ درود اور سلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اصلاح الرسوم

حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب اول مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور

شادی میں ناچ کرانے کی رسم کے متعلق

اس میں یہ برائیاں ہیں:-

(۱) نامحرم عورت کو اہل مجلس دیکھتے ہیں۔ جو آنکھ کا زنا ہے۔ اس کے بولنے اور گانے کی آواز سنتے ہیں جو کان کا زنا ہے۔ اس سے باتیں کرتے ہیں جو زبان کا زنا ہے۔ اس کی طرف قلب کو میلان (رغبت) ہوتا ہے جو دل کا زنا ہے۔ جو زیادہ بےحیا ہیں اس کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ جو ہاتھ کا زنا ہے۔ اس کی طرف چل کر جاتے ہیں جو پاؤں کا زنا ہے۔ بعض فعل بد میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں جو اصل زنا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں یہ مضمون صراحۃً (صاف صاف) موجود ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت لوگوں کو مبتلائے عذاب دیکھا۔ منجملہ ان کے ایک مقام پر دیکھا کہ ایک غار بشکل تنور کے ہے جو اوپر سے تنگ ہے اور نیچے سے فراخ ہے۔ اس میں آگ بھر رہی ہے۔ اور اس میں بہت مرد اور عورتیں ننگی ہیں۔ جس وقت آگ کا شعلہ بلند ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ وہ سب اوپر کو آ جاتے ہیں۔ اور جب وہ شعلہ بیٹھ جاتا ہے تو اس کے ساتھ وہ سب بھی نیچے چلے جاتے ہیں۔ آپ نے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ انہوں نے جواب دیا یہ زناکار لوگ ہیں۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔ اور ایک حدیث میں ہے۔ فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کرے اللہ تعالیٰ بدنگاہ کرنے والے کو اور جس طرف بدنگاہ کی جائے یعنے جب وہ بھی اس کا قصد و ارادہ کرے۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے اور ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص بدنگاہ سے دیکھے قیامت کے دن اس کی آنکھوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائیگا۔ (۲) اتنے گناہوں کا علی الاعلان ہونا کیونکہ یہ بات مقرر ہے کہ پوشیدہ گناہ کرنے سے علانیہ زیادہ برا ہے۔ حدیث میں ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات قرب قیامت میں فرمایا کہ جب فلاں فلاں امر واقع ہوں اور گانے والیاں اور باجے والے علی الاعلان ظاہر ہونے لگیں اس وقت لوگوں کو اندیشہ کرنا چاہئیے سرخ ہوا کا اور زلزلہ کا اور زمین میں غرق ہو جانے کا اور صورت مسخ ہو جانے کا اور پتھر برسنے کا اور بڑی بڑی سخت نشانیوں کا کہ اس طرح لگاتار آویں گی۔ جیسے کسی لڑی کا تاگا ٹوٹ جائے اور اس کے دانے لگاتار گرنے لگتے ہیں۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ واقعی یہ حدیث گویا ناچ ہی کی پیشینگوئی ہے کہ کسی وقت ایسا بھی ہوگا کہ جو لوگ بیباکی سے اس میں شریک ہوتے ہیں۔ وہ سن لیں کہ اس میں کیسی وعیدیں ہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ ارشاد فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں ظاہر ہوئی بےحیائی اور فحش کسی قوم میں یہاں تک کہ اس کو کھلم کھلا کرنے لگیں۔ مگر پھیل پڑتا ہے طاعون ان میں اور ایسی بیماریاں کہ ان کے گزشتہ بزرگوں میں کبھی نہیں ہوئیں۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور کوئی شک نہیں کہ ناچ میں شریک ہونے سے زیادہ اور کیا بےحیائی ہوگی۔ طاعون اور نئی نئی بیماریوں کا پھیلنا ہمارے ملک میں ظاہر ہے۔ یہ نتیجہ انہی فحش افعال کا ہے (۳) بانی و مہتمم مجلس کے لئے خصوصاً یہ کہ اتنے آدمیوں کو گناہ کی طرف بلاتا ہے۔ اور جمع کرتا ہے۔ پس جس قدر جدا جدا سب کو گناہ ہوتا ہے اسی قدر سب ملا کر اکیلے اس بانی و مہتمم کو ہوتا ہے۔ بلکہ اس کی دیکھا دیکھی جو کوئی جب کبھی اس قسم کا جلسہ کرے گا اس میں بھی یہ شخص شریک گناہ ہوگا۔ بلکہ اس کے مرنے کے بعد بھی جب تک اس کا بنیاد ڈالا ہوا سلسلہ چلے گا اس وقت تک برابر اس کے نامۂ اعمال میں گناہ بڑھتے جائینگے حدیث میں ہے۔ فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص راہ ہدایت کی طرف بلائے جتنے آدمی اس کی پیروی کرینگے جس قدر ان سب کو ثواب ملے گا اسی قدر اس کو بھی ثواب ہوگا۔ اور ان کے ثواب میں سے کچھ کم نہ ہوگا۔ اور جو شخص کسی گمراہی کے طریقہ کی طرف بلائے جتنے اس کی پیروی کریں گے جس قدر ان سب کو گناہ ہوگا اتنا اس اکیلے کو ہوگا۔ اور ان کے گناہ میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔ (۴) اس مجلس میں معازف (ہاتھ سے بجانے کے باجے) مزامیر (منہ سے بجانے کے باجے) بیدھڑک بجائے جاتے ہیں جو خود سامان معصیت ہیں۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حکم فرمایا ہے مجھ کو میرے پروردگار نے معازف اور مزامیر کے مٹانے کا۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔ خیال کرنے کی بات ہے۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کے مٹانے کے لئے تشریف لائیں اس کے رونق دینے والے کے گناہ کا کیا ٹھکانا ہے (۵) شرکاء مجلس کی تو نماز کیا خاک نصیب ہوگی اور پاس پڑوس والوں کی نمازیں گانے بجانے کی آواز سے خلل و نقصان واقع ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کو اس پریشانی میں نیند بے وقت آتی ہے اور نماز قضا ہو جاتی ہے۔ سو ان نمازوں کے برباد ہونے کا وبال اس پر پڑتا ہے۔ ایک ایک نماز کے ترک پر حدیث میں جہنم کی وعید آئی ہے۔

جس شخص نے اتنے آدمیوں کی نماز خراب کی اس کے عذاب کا کیا ٹھکانا ہے۔ (۶) بعض لوگ ناچنے والی کے عشق میں مبتلا ہو کر اپنا سب مال آبرو اور دین برباد کرتے ہیں۔ اس کا سبب یہی بانی مجلس ہوا۔ تو اس تمام تر وبال میں یہ بھی شریک ہوگا۔ اور عشق مجازی ایسی بری بلا کی چیز ہے کہ آدمی کو بعض اوقات کافر بنا کر رہتی

باقی صفحہ ۱۶ پر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دین پر استقامت

(از جناب عبدالرشید صاحب لودھیانوی - موہن پورہ راولپنڈی)

ایمان لانے کے بعد بندہ پر اللہ کی طرف سے جو خاص ذمہ داریاں عائد ہو جاتی ہیں ان میں سے ایک بڑی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ بندہ پوری مضبوطی کے ساتھ دین پر قائم رہے خواہ زمانہ اس کے لئے کیسا ہی ناموافق ہو جائے وہ کسی حال میں دین کا دامن چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہو - یعنی اگر کبھی کوئی ایسا نازک اور سخت وقت آئے کہ دین پر قائم رہنے اور اللہ و رسول کے احکام پر چلنے کی وجہ سے ہمیں جان و مال اور عزت و آبرو کا خطرہ ہو تو اس وقت بھی اللہ و رسول کو اور دین کو نہ چھوڑیں اور جان و مال یا عزت و آبرو پر جو کچھ گذرے گذر جانے دے - اسی کا نام "استقامت" ہے -

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کیلئے

قرآن مجید میں ایسے لوگوں کے لئے انعامات اور بڑے درجوں کا ذکر کیا گیا ہے - ایک جگہ ارشاد ہے - اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ ۚ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ۝

ترجمہ :- جن لوگوں نے اقرار کر لیا (اور دل سے قبول کر لیا) کہ ہمارا رب بس اللہ ہے پھر وہ اس پر ٹھیک ٹھیک قائم رہے (اور کبھی اس سے نہ پلٹے) ان پر اللہ کی طرف سے فرشتے یہ پیغام لے کر اتریں گے - کہ کچھ اندیشہ نہ کرو اور کسی بات کا رنج و غم نہ کرو - اور اس جنت کے ملنے سے خوش رہو - جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا - ہم تمہارے رفیق ہیں دنیوی زندگی میں اور آخرت میں - اور تمہارے لئے اس جنت میں وہ سب کچھ ہوگا - جو تمہارا جی چاہے گا - اور تمہیں وہ سب کچھ ملے گا جو تم مانگو گے - یہ باعزت مہمانی ہوگی تمہارے رب غفور رحیم کی طرف سے -

سبحان اللہ - دین پر مضبوطی سے قائم رہنے والوں اور بندگی کا حق ادا کرنے والوں کے لئے اس آیت میں کتنی بڑی بشارت ہے - سچ تو یہ ہے کہ اگر جان و مال سب کچھ قربان کر کے بھی کسی کو یہ درجہ حاصل ہو جائے تو وہ بڑا خوش نصیب ہے -

"رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ایک صحابی نے عرض کیا کہ حضرت مجھے کوئی ایسی کافی وافی نصیحت فرمائیے کہ آپ کے بعد پھر کسی سے پوچھنے کی حاجت نہ ہو - آپ نے فرمایا: کہو بس اللہ میرا رب ہے اور پھر مضبوطی سے اس پر جمے رہو" (اور اس کے مطابق بندگی کی زندگی گذارتے رہو) قرآن مجید میں ہماری ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے کئی ایسے وفادار بندوں کے بڑے سبق آموز واقعات بیان فرمائے ہیں - جو بڑے سخت ناموافق حالات میں بھی دین پر قائم رہے - اور بڑے سے بڑا لالچ اور سخت تکلیفوں کا ڈر بھی ان کو دین سے نہیں ہٹا سکا - ان میں ایک واقعہ تو ان جادوگروں کا ہے جنہیں فرعون نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے مقابلہ کے لئے بلایا تھا - اور بڑے انعام و اکرام کا ان سے وعدہ کیا تھا ---- لیکن خاص مقابلہ کے وقت جب موسیٰ علیہ السلام کے دین کی اور دعوت کی سچائی ان پر کھل گئی تو نہ انہوں نے اس کی پروا کی کہ فرعون نے جس انعام و اکرام کا ہم سے وعدہ کیا ہے ان سے ہم محروم رہ جائیں گے اور نہ اس کی پروا کی کہ فرعون ہمیں کتنی سخت سزا دے گا - بہرحال انہوں نے ان سب خطروں سے بے پروا ہو کر بھرے مجمع میں پکار کے کہہ دیا کہ اٰمَنَّا بِرَبِّ ھٰرُوْنَ وَمُوْسٰی - ترجمہ (ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لے آئے) پھر جب خدا کے دشمن فرعون نے ان کو دھمکی دی کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں کٹوا کے سولی پر لٹکوا دوں گا تو انہوں نے پوری ایمانی جرأت سے جواب دیا: "تجھے جو حکم دینا ہو دے ڈال تو اپنا حکم بس اس چند روزہ دنیوی زندگی ہی میں تو چلا سکتا ہے، اور ہم تو اپنے سچے رب پر ایمان اس لئے لائے ہیں کہ وہ (آخرت کی ابدی زندگی میں) ہمارے گناہ بخش دے" اور اس سے بھی زیادہ سبق آموز واقعہ خود فرعون کی بیوی کا ہے - آپ کو معلوم ہے کہ فرعون مصر کی بادشاہت کا گویا اکیلا مالک و مختار تھا - اور اس کی بیوی ملک مصر کی ملکہ ہونے کے ساتھ خود فرعون کے دل کی بھی گویا مالک تھی - بس اس سے اندازہ کیجئے کہ اس کو دنیا کی کتنی عزت اور کیسا عیش

باقی صفحہ ۱۸ پر

حکایات صالحین

(از جناب ایم عبدالرحمٰن صاحب لودھیانوی بی اے۔ بی ٹی پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ)

حضرت سلمان فارسیؓ

آپ کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ آپ فارسی الاصل تھے۔ حضرت سلمانؓ نسلاً مجوسی تھے۔ آپ کا وطن اصفہان تھا۔ آپ کے والد بڑے امیر تھے۔ ناز و نعم میں پلے، امارت کے سایہ میں جوان ہوئے۔ سن پیدائش سے قدیم تاریخی تذکرے خالی ہیں۔ ابتدائے شباب میں آپ نے حق کی تلاش میں اپنے آبائی مذہب کو ترک کر کے باپ کی شفقت کو چھوڑ کر عیسائی مذہب اختیار کیا۔ ترک وطن کر کے اصفہان سے شام آئے۔ اور متعدد گرجاؤں میں متعدد پادریوں کے پاس رہ کر دین مسیحی کے عالم ہوئے۔

عموریہ (شام) کے ایک صاحب باطن پادری سے وفات کے وقت آپ نے دریافت کیا کہ "آپ کے بعد میں کس کا دامن پکڑوں" تو پادری نے کہا۔ جس مذہب پر میں ہوں۔ اس پر اب دنیا میں صحیح طریقہ سے عمل کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ دنیا میں ایک نیا نبی مبعوث ہوگا۔ اس کا ٹھکانا کھجوروں میں ہوگا۔ جو پتھریلی سرزمین پر واقع ہے۔ اور اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔

مدینہ کو روانگی

آپ ملک شام سے حجاز مقدس پہنچنے کا واقعہ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں "قبیلہ بنو کعب کا ایک قافلہ حجاز جا رہا تھا۔ جس کو میں نے اپنا تمام مال حوالہ کر دیا تاکہ وہ مجھے حجاز پہنچا دے" ان لوگوں نے حضرت سلمان کا مال لینے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ آپ کو غلام بنا کر یہودیوں کے ظالم اور سفاک قبیلہ بنو قریظہ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

تلاش حق میں آزادی سے غلامی، امارت سے افلاس معمولی واقعات ہیں جو روزمرہ داعیان حق و صداقت کو پیش آتے ہیں۔

تلاش محبوب

حضرت سلمانؓ کو ایک عرصہ اس جابر یہودی کی خدمت کرتے ہوئے تلاش حق میں گذرا۔ اس زمانہ میں حضورؐ کی بعثت ہوئی لیکن حضرت سلمان باخبر نہ ہوئے۔ حتیٰ کہ حضور نے بحکم خداوندی مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

جس وقت حضورِ انور کا داخلہ یثرب میں ہوا ہے تو اس روز آپ کھجور کے درخت پر چڑھے ہوئے کھجوریں توڑ رہے تھے آپ نے اپنے آقا کی زبان سے سنا کہ "خدا بنی قریظہ کو ہلاک کرے کہ وہ ایک شخص پر جو جبسار میں مقیم ہے اور مکّہ سے آیا ہے ٹوٹے پڑتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ پیغمبر ہے" یہ سنتے ہی حضرت سلمانؓ بے انتہا خوش ہوئے اور درخت سے اتر کر حقیقت دریافت کی۔ جس کی وجہ سے اس گستاخی پر سفاک یہودی نے حضرت کے تھپڑ مارا۔ جب شام ہوئی تو حضرت سلمانؓ کے پاس جو کچھ پونجی جمع تھی وہ لے کر حضور انورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور خدمت اقدس میں عرض کیا۔ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے اور آپ کے اصحاب کے پاس مال نہیں ہے۔ آپ اہل حاجت اور مساکین ہیں۔ میرے پاس جو مال ہے وہ میں نے صدقہ کے لئے رکھ چھوڑا تھا وہ حاضر خدمت ہے آپ سے زیادہ اس کا کوئی مستحق نہیں ہے" حضورِ انورؐ روحی فداہٗ نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "تم اس کو صرف کرو" لیکن خود مال کو ہاتھ بھی نہ لگایا۔ یہ پہلا واقعہ ہے جس سے حضورؐ کے نبی ہونے کا سلمانؓ کو یقین ہوا۔ اس کے بعد پھر ایک روز حضرت سلمانؓ دربارِ نبویؐ میں زمین بوس ہو کر اور مال و زر پیش کر کے عرض گذار ہوئے۔ "مجھے معلوم ہے کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے میرے پاس جو مال ہے وہ میں ہدیتاً پیش کرتا ہوں" چنانچہ آپ نے اس ہدیہ کو قبول فرمایا جس میں صحابہ بھی شریک تھے۔ یہ نبوت کی دوسری نشانی تھی۔ حضرت سلمانؓ کی نظر اچانک مہر نبوت پر پڑی جس کو آپ نے بصد اضطراب چوما۔

اور اس کے بعد وہ تمام علامتیں جو عیسائی اکابر سے حضورِ انورؐ کی بعثت کے متعلق سنی تھیں دیکھ لیں تو آپ نے حضورؐ سے اپنی گذشتہ حالت بیان کر کے قبول اسلام کی درخواست کی۔

شرف اسلام کی برکات

حضورِ انورؐ نے تمام واقعہ سن کر آپ کو مشرف بہ اسلام کیا اور آپ کی آزادی کے لئے کوشش کی۔ یہودی نے آپ کی رہائی کی قیمت چالیس اوقیہ سونا یکصد کھجور کے درخت طلب کئے۔ حضور نے صحابہ کو حکم دیا کہ "اپنے بھائی سلمانؓ کو آزاد کرانے کے لئے کھجور کے پودے جمع کر کے مجھے اطلاع دو" شمع نبوت کے پروانوں نے ایک وسیع میدان میں کھجوروں کے پودے جمع کر دیئے۔ صحابہؓ کے ساتھ مل کر ان پودوں کو نصب کرنے کے لئے حضورؐ نے گڑھے کھودنے میں شرکت فرمائی۔ اور اپنے دست مبارک سے ان سب کو نصب فرمایا۔ جو بہت جلد بار آور ہو گئے۔ لیکن چالیس اوقیہ سونے کی شرط ابھی رہائی میں حارج تھی۔ مگر خداوندِ قدوس نے اس کا سبب بھی پیدا کر دیا۔ سونے کی کان میں مرغی کے انڈے کے برابر سونا نکلا جو ایک صحابی نے حضورؐ کی خدمت میں نذر کیا۔ آپ نے لعاب مبارک لگا کر سلمانؓ سے کہا کہ "اپنا قرض ادا کرو اور آزاد ہو جاؤ" حضور کے لعاب مبارک کی برکت سے یہ انڈہ ٹھیک چالیس اوقیہ وزن کا ہو گیا۔ اور اس طرح حضرت سلمانؓ جن کو ان کی ماں نے آزاد جنا تھا لیکن جو ایک بڑے سفاک اور لالچی یہودی کے تلاش محبوب کے شوق میں غلام بنا دئے گئے تھے وہ اتنی گراں قیمت پر اور سخت شرائط کو پورا کر کے آزاد ہو گئے۔

سلمانؓ کا مجد و شرف

غزوۂ خندق پہلا غزوہ ہے جس میں آپ نے شرکت ہی نہیں فرمائی بلکہ قبول اسلام کے بعد آپ کا یہ کارنامہ اسلامی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھا جائے گا۔ خندق آپ ہی کے مشورہ سے پہلی مرتبہ کھودی گئی۔ جس میں حضورِ انورؐ اور تمام صحابہؓ نے بحیثیت مزدور کے کام

کیا۔ خندق کھودتے وقت صحابہ میں آپ کے متعلق جھگڑا ہوا۔ انصار اور مہاجر دونو آپ کو اپنے گروہ میں شامل کرنے پر مُصر تھے۔ کہ سارا قصہ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ سَلْمَانُ مِنَّا اَھْلَ الْبَیْت۔ سلمانؓ ہماری اہل بیت میں سے ہیں۔ دنیا کے تمام مذاہب میں یہ پہلی اور آخری عزّت ہے جو بانیان مذاہب میں سے کسی نبی نے اپنے ماننے والوں کو دی۔ اللہ اللہ ایک مجوسی غلام کا یہ بلند مقام۔ اسلام کے علاوہ دنیا کا کوئی مذہب اخوت و مساوات کا یہ عملی نمونہ پیش نہیں کر سکتا۔

اخلاق و عادات

حضرت سلمانؓ فارسی بے حد منکسر المزاج، قناعت پیشہ، رحمدل، زہد پیشہ اور فیاض تھے۔ اگرچہ آپ کو بیت المال سے چار ہزار دراہم ملتے تھے لیکن یہ امیر ابن امیر ان سب کو خیرات کر کے اپنی گذر اوقات کے لئے کھجور کی چٹائی بنا کر اس کو فروخت کرتے تھے حالانکہ وہ تیس ہزار انسانوں پر مدائن میں حکمران تھے۔ لیکن اس حالت میں وہ جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتے۔ ان کے پاس صرف ایک عبا تھی جس میں سے نصف اوڑھتے تھے۔ اور نصف بچھا لیتے تھے۔ ان کی رہائش کے لئے کوئی مکان نہ تھا۔ نہ ذاتی، نہ کرایہ پر، جہاں جگہ مل گئی وہاں رات گزار دی۔

زہد و قناعت

زہد و قناعت میں ان کا درجہ بہت بلند تھا۔ وہ معمولی سامانِ معاشرت کو بھی وبال جان سمجھتے تھے۔ ان کو حضور سرکارِ دوعالمؐ کے حضور میں جو تقرب حاصل تھا۔ اس پر اکثر جلیل القدر صحابہؓ کو رشک آتا تھا۔ حضورِ انورؐ نے فرمایا کہ "جنّت تین شخصوں (۱) علیؓ (۲) عمارؓ (۳) سلمانؓ کی مشتاق ہے" حضرت جب مدائن کے امیر تھے تو ناواقف آپ کو مزدور سمجھ کر اپنا بوجھ اٹھانے کیلئے کہتے اور آپ ان کی تکلیف دفع کرنے کے لئے خدمت خلق کے جذبہ سے بوجھ اُٹھانے سے بھی دریغ نہ کرتے۔

وفات

جب ان پر مرضِ موت طاری ہوئی تو حضرت سعد ابن وقاصؓ عیادت کے لئے تشریف لائے۔ حضرت سلمانؓ ان کو دیکھ کر رونے لگے۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا "رونے کی کوئی وجہ نہیں رسول اللہؐ دنیا سے آپ سے بہت خوش تشریف لے گئے۔ بہت جلد آپ اپنے ساتھیوں سے جا ملیں گے۔ اور قیامت کے روز حوض کوثر پر حضور سے ملاقات ہوگی"۔ حضرت سلمان نے جواب دیا "خدا کی قسم میں موت کی گھبراہٹ یا دُنیا کے طمع سے نہیں روتا۔ رسُول اللہؐ نے وصیت کی تھی تمہاری معاش ایک مسافر کی زادِ راہ سے زیادہ نہ ہونی چاہئیے لیکن ہمارے آس پاس سانپ ہیں"۔ جس سامان کو آپ نے سانپ خطاب دیا تھا وہ صرف ایک پیالہ اور لوٹا تھا۔ جب مرض الموت نے آپ کو گھیر لیا تو آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا "جو چیز میں نے چھپا رکھی ہے وہ اٹھا لاؤ"۔ وہ مشک کی ایک تھیلی اُٹھا لائیں آپ نے فرمایا "مشک کو حل کر کے میرے ارد گرد چھڑک دو۔ کیونکہ میرے پاس ایک ایسی مخلوق آنے والی ہے جو خوشبو کو پسند کرتی ہے اور کھانا نہیں کھاتی (ملائکہ)" "تم دروازہ بند کر کے یہاں سے چلی جاؤ"۔ حضرت سلمانؓ فارسی کی اہلیہ محترمہ آپ کے ارشاد کی تعمیل کر کے چلی گئیں۔ اور پھر واپس آکر دیکھا تو ایک نہایت آہستہ آواز سنی پس روح پرواز کر چکی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن آپ بمقام مدائن ۳۵ھ میں فوت ہوئے۔

حضرت سلمانؓ نے عمر بھر اپنے لئے کوئی گھر نہیں بنایا۔ جہاں کہیں دیوار یا درخت کا سایہ مل جاتا پڑ رہتے۔ ایک شخص نے اجازت چاہی کہ میں آپ کے لئے مکان بنوا دوں۔ فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ وہ برابر اصرار کرتا رہا یہ برابر انکار کرتے رہے آخر اُس نے عرض کیا آپ کی مرضی کا مکان بنا دوں گا۔ فرمایا وہ کیسا مکان ہو گا۔ عرض کیا اتنا مختصر کہ اگر کھڑے ہوں۔ تو سر چھت سے لگ جائے اور اگر لیٹیں تو پاؤں دیوار سے لگیں۔ فرمایا خیر اس میں کچھ حرج نہیں۔ چنانچہ اس نے ایک جھونپڑی بنا دی۔

بقیہ اصلاح الرسوم صفحہ ۱۳ سے آگے

ہے۔ کیونکہ انسان کا قلب تو ایک ہی ہے۔

اس میں ایک ہی محبت سما سکتی ہے۔ جب کسی مردار (عورت) کی محبت اس میں آئے گی خالق کی محبت کم ہو گی۔ اور جس قدر بڑھتی جائے گی اسی قدر خالق کی محبت گھٹتی جائے گی۔ یہانتک کہ جب قلب کو بالکل محیط ہو جائے گی تو وہ بالکل دل سے نکل جائے گی۔ اور یہی مقام کفر ہے (۷) بعضے بدکردار اکثر ناچ کرانے والے اس کو سبب ناموری اور آبرو کا جانتے ہیں اور اس کے نہ ہونے کو موجب اہانت و بے رونقی شادی سمجھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب گناہ پر آدمی فخر کرنے لگے اور اس کے نہ ہونے کو بے عزتی سمجھے تو اس میں گناہ کا استخفاف (ہلکا سمجھنا) بلکہ استحسان (اچھا جاننا) لازم آتا ہے۔ جس کو علماء نے موجب زوال ایمان فرمایا ہے۔ (باقی پھر)

بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۹ سے آگے

ہو گئے۔ ایک دن کسی نے عرض کی کہ حضرت! حاجی محمد یوسف کا تو بیعت کے بعد بھی وہی حال ہے۔ فرمایا کہ یہ کالے ناگ کا ڈنگ ہے انشاء اللہ رنگ لا کر رہے گا۔ بالآخر یہ ڈنگ رنگ لایا۔ اس کے بعد میں نے خود ان کو دیکھا کہ کُتّے کے پلّوں کو چُوما کرتے تھے۔ ہستی فنا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے گناہوں پہ ہر وقت نظر رہے بڑے بڑے گناہوں کا ایک سائن بورڈ بنا لیا جائے۔ اور ان کو یاد کر کے نفس کو سمجھایا جائے کہ تو بڑا پاکباز بنتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ستاری سے کام لے رہے ہیں اور تیرے گناہوں کو چھپا رکھا ہے۔ اگر لوگوں کو ان کا علم ہو جائے تو تیرے مُنہ پر بھی نہ تھوکیں۔ یہ تعلّی کا علاج ہے۔ جتنا زیادہ ذکر اللہ ہوگا۔ اتنی زیادہ ہستی فنا ہوگی۔

قرب الی اللہ کا پھل یہ ہے۔ کہ انانیت نہ رہنے پائے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اپنی ہستی فنا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

اسلام لانے والوں پر قریش کے جور و ستم

(از جناب حاجی کمال الدین صاحب مدرس لاہور کارپوریشن)

نمبر۲

جب کفّار نے مسلمانوں کو بے حد ستانا شروع کیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہؓ کو اجازت دے دی کہ جو کوئی چاہے وہ اپنی جان و ایمان کے بچاؤ کے لئے حبش کو چلا جائے۔ اس اجازت کے بعد ایک چھوٹا سا قافلہ ۱۲ مرد ۴ عورتوں کا رات کی تاریکی میں نکلا۔ اور بندرگاہ شعیبہ سے جہاز میں سوار ہو کر حبش کو روانہ ہوگیا۔ (زاد المعاد جلد اول صـ۲۴) اس مختصر قافلے کے سردار حضرت عثمانؓ بن عفان تھے۔ سیّدہ رقیہؓ (بنت النبیؐ) اُن کے ساتھ تھیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ لوط و ابراہیم علیہما السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے۔ جنہوں نے راہِ خدا میں ہجرت کی ہے۔ رواہ حاکم ۱۲ ان کے پیچھے اور بھی مسلمان (۸۳ مرد ۱۸ عورتیں) مکّہ سے نکلے اور حبش کو روانہ ہوئے۔ ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے چچیرے بھائی جعفرؓ طیّار بھی تھے۔ قریش نے سمندر تک اُن کا تعاقب کیا۔ مگر یہ کشتیوں میں بیٹھ کر روانہ ہو چکے تھے۔

حبش کا بادشاہ عیسائی تھا۔ مکّہ کے کافر بھی اس کے پاس تحفہ تحائف لے کر گئے۔ اور جا کر کہا۔ کہ ان لوگوں کو جو ہمارے ملک سے بھاگ کر آئے ہیں۔ ہمارے سپرد کر دیا جائے۔ مسلمان دربار میں بلائے گئے تب حضورؐ کے چچیرے بھائی جعفرؓ طیار نے دربار میں یہ تقریر کی :-

اے بادشاہ ہم جہالت میں مبتلا تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔ نجاست میں آلودہ تھے۔ مردار کھاتے تھے بیہودہ بکا کرتے تھے۔ ہم میں انسانیت اور سچّی مہمانداری کا نشان نہ تھا۔ ہمسایہ کی رعایت نہ تھی۔ کوئی قاعدہ اور قانون نہ تھا۔ ایسی حالت میں خدا نے ہم میں سے ایک بزرگ کو مبعوث کیا۔ جس کے حسب و نسب سچائی۔ دیانتداری۔ تقوے اور پرہیزگاری سے ہم خوب واقف تھے۔ اس نے ہم کو توحید کی دعوت دی۔ اور سمجھایا۔ کہ اس اکیلے خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانیں۔ اُس نے ہم کو پتھروں کی پوجا سے روکا۔ اس نے فرمایا کہ ہم سچ بولا کریں۔ وعدہ پورا کیا کریں۔ گناہوں سے دُور رہیں۔ بُرائیوں سے بچیں۔ اس نے حکم دیا کہ ہم نماز پڑھا کریں صدقہ دیا کریں۔ اور روزے رکھا کریں ہماری قوم ہم سے ان باتوں پر بگڑ بیٹھی ہے۔ قوم نے جہاں تک ہو سکا [illegible] ستایا۔ تاکہ ہم وحدہٗ لا شریک کی عبادت کرنا چھوڑ دیں۔ اور لکڑی اور پتھر کی مورتوں کی پوجا کرنے لگ جائیں۔ ہم نے ان کے ہاتھوں بہت ظلم اور تکلیفیں اُٹھائی ہیں۔ اور جب مجبور ہوگئے تب تیرے ملک میں پناہ لینے کے لئے آئے ہیں (سیرت ابن ہشام جلد اول صـ۱۱۶) بادشاہ نے یہ تقریر سُن کر کہا۔ مجھے قرآن سُناؤ۔ جعفرؓ طیّار نے اُسے سورۂ مریم سُنائی۔ بادشاہ پر ایسی تاثیر ہوئی کہ وہ رونے لگ گیا اور اُس نے کہا۔ کہ محمدؐ تو وہی رسول ہیں جس کی خبر یسوع مسیحؑ نے دی تھی۔ اللہ کا شکر ہے۔ کہ مجھے اس رسولؐ کا زمانہ ملا۔ پھر بادشاہ نے مکّہ کے کافروں کو دربار سے نکلوا دیا۔ جب مکّہ کے کافروں نے دیکھا کہ حبش تک جانے کا بھی کچھ فائدہ نہ نکلا۔ تو انہوں نے کہا آؤ محمدؐ کو پہلے لالچ دیں۔ پھر دھمکی دیں۔ کسی طرح تو مان ہی جائے گا۔ یہ مشورہ کر کے مکّہ کا مشہور مالدار سردار جس کا نام عتبہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اُس نے یوں تقریر کی۔ میرے بھتیجے محمدؐ! اگر تم اس کارروائی سے مال و دولت جمع کرنا چاہتے ہو تو ہم خود ہی تیرے پاس اتنی دولت جمع کر دیتے ہیں کہ تو مالا مال ہو جائے۔ اگر تم عزت کے بھوکے ہو تو اچھا ہم سب تم کو اپنا رئیس مان لیتے ہیں۔ اگر حکومت کی خواہش ہے تو ہم تم کو بادشاہ عرب بنا دیتے ہیں۔ جو چاہو سو کرنے کو حاضر ہیں مگر تم اپنا یہ طریق چھوڑ دو۔ اور اگر تمہارے دماغ میں کچھ خلل آگیا ہے۔ تو بتاؤ کہ ہم تمہارا علاج کرائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔ جو کچھ تم نے میری بابت کہا۔ وہ ذرا بھی صحیح نہیں۔ مجھے مال۔ عزت دولت اور حکومت کچھ درکار نہیں۔ اور میرے دماغ میں بھی خلل نہیں۔ میری حقیقت تم کو قرآن کے اس کلام سے معلوم ہوگی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ الخ۔

یہ فرمان خدا کے حضور سے آیا ہے۔ وہ بڑی رحمت والا اور نہایت رحم والا ہے۔ یہ [illegible] پڑھے جانے والی کتاب ہے۔ عربی زبان میں سمجھ دار لوگوں کے لئے اس میں سب باتیں کھول کھول کر درج ہیں۔ جو لوگ خُدا کا حکم مانتے ہیں۔ اُن کے واسطے اس فرمان میں بشارت ہے۔ اور جو انکار کرتے ہیں۔ ان کو خدا کے عذاب سے ڈراتا ہے۔ تاہم بہت سے لوگوں نے اس فرمان سے منہ موڑ لیا ہے۔ وہ اسے سُنتے ہی نہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا ہمارے دل پر کوئی اثر نہیں۔ اور ہمارے کان اس کے شنوا نہیں۔ اور ہم میں اور تم میں ایک طرح کا پردہ پڑا ہے۔ تم اپنی (تدبیر) کرو۔ ہم اپنی (تدبیر) کر رہے ہیں۔ اے نبیؐ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں۔ مگر مجھ پر وحی آتی ہے۔ اور خدا کے فرشتے نے یہ بتا دیا ہے کہ سب لوگوں کا معبود صرف ایک ہے۔ اسی کی طرف متوجہ ہونا۔ اور اسی سے گناہوں کی معافی مانگنا لازم ہے۔ ان لوگوں پر افسوس ہے۔ جو شرک کرتے ہیں اور صدقہ نہیں دیتے۔ اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ خدا پر ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے۔ ان کے لئے آخرت میں بڑا درجہ ہے۔

کلام پاک کے سُنتے ہی عتبہ پر ایک محویت کا عالم طاری ہوگیا۔ وہ ہاتھوں پر سہارا دیئے گردن پشت پر ڈالے ہوئے سُنتا رہا۔ اور بالآخر چپ چاپ اُٹھ کر چلا گیا۔ قریش جو [illegible] کرنے کے مشتاق بیٹھے تھے سردار [illegible]

پاس جمع ہوگئے۔ پوچھا۔ کیا دیکھا۔ کیا کہا۔ کیا سُنا۔

عتبہ بولا۔ میرے بھائیو! میں ایسا کلام سُن کر آیا ہوں۔ جو نہ کہانت ہے۔ نہ شعر ہے۔ نہ جادو ہے۔ نہ منتر ہے۔ تم میرا کہا مانو۔ میری رائے پر چلو۔ محمدؐ کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ لوگوں نے یہ حال سُن کر کہا۔ لو عتبہ پر بھی محمدؐ کا جادو چل گیا۔ (ابن ہشام جلد اول صـ۱۵۱) جب لالچ کی تدبیر نہ چلی تب سارے قبیلوں کے سردار اکٹھے ہوئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے چچا ابو طالب کے پاس آکر یوں تقریر کی:۔ ہم نے آپ کا بہت ادب کیا۔ آپ کا بھتیجا ہمارے ٹھاکروں اور بتوں کو جنھیں ہمارے باپ دادا پوجتے آئے اتنا سخت سُست کہنے لگا ہے کہ اب ہم صبر نہیں کر سکتے۔ آپ اُسے سمجھا کر چُپ رہنے کی ہدایت کر دیں۔ ورنہ ہم اُسے جان سے مار ڈالیں گے۔ اور تم اکیلے ہم سب کا کچھ نہیں کر سکو گے۔

سارے ملک کی عداوت کو دیکھ کر چچا کا دل درد اور محبت سے بھر گیا۔ اِن نے حضورؐ کو بُلایا اور سمجھایا۔ کہ بُت پرستی کا رد نہ کیا کرو۔ ورنہ میں بھی تمہاری کچھ حمایت نہیں کر سکونگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چچا جان! اگر یہ لوگ سُورج کو میرے دہنے ہاتھ پر لا رکھیں اور چاند کو بائیں ہاتھ پر۔ تب بھی میں اپنے کام سے نہ ہٹوں گا۔ اور خدا کے حکم میں سے ایک حرف بھی کم و بیش نہ کرونگا۔ اس کام میں خواہ میری جان بھی جاتی رہے۔ (سیرت ابن ہشام جلد ا صفحہ ۵۸)

اس ناکامی کے بعد قریش نے مشورہ کیا۔ کہ محمدؐ کو قوم کے سامنے بلا کر سمجھانا چاہیئے۔ اس مشورہ کے بعد انھوں نے حضورؐ کے پاس کہلا بھیجا۔ کہ سردارانِ قوم آپؐ سے کچھ بات چیت کرنا چاہتے ہیں۔ اور کعبہ کے اندر جمع ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم خوش خوش وہاں گئے۔ کیونکہ حضورؐ کو ان کے ایمان لے آنے کی بڑی ہی آرزو تھی۔ جب حضورؐ وہاں جا بیٹھے تو انھوں نے گفتگو کا آغاز اس طرح کیا:۔

اے محمدؐ! ہم نے تجھے یہاں بات کرنے کے لئے بُلایا ہے۔ بخدا ہم نہیں جانتے کہ کوئی شخص اپنی قوم پر اتنی مشکلات لایا ہو۔ جس قدر تو نے اپنی قوم پر ڈال رکھی ہیں۔ کوئی خرابی ایسی نہیں جو تیری وجہ سے ہم پر نہ آچکی ہو۔ اب تم یہ بتاؤ۔ کہ اگر تم اپنے اس نئے دین سے مال جمع کرنا چاہتے ہو تو ہم تمہارے لئے مال جمع کر دیں۔ اتنا کہ ہم میں سے کسی کے پاس اتنا روپیہ نہ نکلے۔ اور اگر شرف و عزت کے خواستگار ہو۔ تو ہم تمہیں اپنا سردار بنا لیں۔ اور اگر تم سلطنت کے طالب ہو تو تمہیں اپنا بادشاہ مقرر کر لیں۔ اور اگر تم سمجھتے ہو کہ جو چیز تمہیں دکھائی دیتی ہے۔ وہ کوئی جنّ ہے جو غالب آگیا ہے تو ہم ٹونے ٹوٹکوں کے لئے مال صرف کر دیں۔ تا کہ تم تندرست ہو جاؤ۔ یا قوم کے کے نزدیک معذور سمجھے جاؤ۔ (باقی پھر)

دین پر استقامت صفحہ ۱۴ سے آگے

حاصل ہو گا۔ لیکن جب موسیٰ علیہ السلام کے دین اور ان کی دعوت کی سچائی اللہ کی اس بندی پر کھل گئی تو اس نے بالکل اس کی پرواہ نہ کی کہ فرعون مجھ پر کیسے کیسے ظلم کرے گا۔ اور دنیا کے اس شاہانہ عیش کی بجائے مجھے کتنی مصیبتیں اور تکلیفیں جھیلنی پڑیں گی۔ الغرض ان سب باتوں سے بالکل بے پروا ہو کر اس نے اپنے ایمان کا اعلان کر دیا۔ اور پھر حق کے راستہ میں اللہ کی اس بندی نے ایسی ایسی تکلیفیں اٹھائیں جن کے خیال سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور کلیجہ منہ کو آتا ہے ــ پھر اللہ تعالےٰ کی طرف سے ان کو یہ درجہ ملا کہ قرآن مجید میں بڑی عزت کے ساتھ اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور مسلمانوں کے لئے اس کے صبر اور قربانی کو نمونہ بتلایا گیا ہے۔ ارشاد ہے۔

" اور ایمان والوں کے لئے اللہ تعالےٰ مثال بیان کرتا ہے فرعون کی بیوی (آسیہ) کی جب کہ اس نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار تو میرے واسطے جنت میں اپنے قرب کے مقام میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون کے شر سے اور اس کی بداعمالیوں سے نجات دے اور اس ظالم قوم سے مجھے رہائی بخشدے۔"

سبحان اللہ کیا مرتبہ اور شان ہے۔ کہ ساری امت کے لئے یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ سے لے کر قیامت تک کے سب مسلمانوں سے اللہ تعالےٰ نے اپنی اس بندی کی استقامت کو مثال اور نمونہ قرار دیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ مکہ معظمہ میں جب مشرکوں نے مسلمانوں کو بہت ستایا۔ اور ان کے ظلم حد سے بڑھ گئے تو بعض صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ حضورؐ اب ان ظالموں کے ظلم حد سے بڑھ رہے ہیں لہٰذا آپ اللہ تعالےٰ سے دعا فرمائیں۔ تو حضورؐ نے جواب دیا کہ تم ابھی سے گھبرا گئے تم سے پہلے حق والوں کے ساتھ یہاں تک ہوا ہے کہ لوہے کی تیز کنگھیاں ان کے سروں میں پیوست کر کے نکال دی جاتی تھیں اور کسی کے سر پر آرہ چلا کے بیچ سے دو ٹکڑے کر دئے جاتے تھے۔ لیکن ایسے سخت وحشیانہ ظلم بھی ان کو اپنے سچے دین سے نہیں پھیر سکتے تھے۔ اور وہ اپنا دین نہیں چھوڑتے تھے۔"

اور خود حضورؐ اور صحابہ کرامؓ نے کفار سے ہر قسم کی تکالیف اُٹھائیں مگر ہمیشہ صبر کرتے رہے۔ بھوک، پیاس جان و مال اور اولاد غرض سب ہی طرح کی مصیبتیں اُن لوگوں پر پڑیں مگر وہ حق سے نہ پھرے۔ اُن کو جلتی ریت پر مکہ معظمہ کی تیز دھوپ میں پتھروں کے نیچے دبایا گیا مگر وہ برابر احد احد کہتے رہے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را



بچّوں کا صفحہ

مساوات

(از جناب محمد شفیع عمرالدین میرپور خاص)

(۱) پیارے بچّو! یہ عادت بنالو کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کے حالات پڑھتے رہا کرو گے۔ البتہ یہ خیال رکھیں کہ حالات کسی اچھے عالم کے لکھے ہوئے ہوں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی زندگی سے ہمیں بڑے بڑے سبق ملتے ہیں۔ آؤ آج آپ کو مساوات کی ایک مثال حیاتِ پاک سے سُنائیں۔

(۲) ایک مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ آپؐ نے پانی کی خواہش فرمائی۔ حضرت انس رضؓ نے بکری کا دُودھ دُوہا۔ اس میں پانی ملایا۔ لسّی تیار کر کے آپؐ سرکار صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں پیش کی۔

(۳) اس وقت ایک دیہاتی آپؐ کی دائیں جانب بیٹھا تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بائیں طرف تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سامنے تھے۔ آپؐ نے لسّی پی کر باقی دیہاتی کو دے دی۔ جو دائیں طرف بیٹھا تھا۔ اس موقع پر آپؐ نے اس سُنّت کو ملحوظ رکھا کہ دینا دائیں طرف سے شروع کیا جائے۔ دائیں طرف والے علی الترتیب مقدم ہیں۔

(بخاری شریف کتاب الہبہ)

(۴) یہ حقیقت اپنے اندر بڑا سبق رکھتی ہے۔ مثلاً:۔

۱۔ امراء و رؤساء کی طرح نشستیں مخصوص نہ تھیں کہ فلاں جگہ فلاں بیٹھے۔ جلیل القدر صحابہ کرام رضؓ کی موجودگی میں ایک دیہاتی آپ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب بیٹھ گیا۔ کوئی روک ٹوک نہ کی گئی۔

(۲) جب بچی ہوئی لسی دینے کا سوال آیا تو آپؐ نے حضرت عمر رضؓ یا ابو بکر رضؓ کو عطا نہ فرمائی۔ بلکہ دستور کے مطابق دائیں طرف والے دیہاتی کو دی۔ اس طرح ہمیں سبق دیدیا کہ معاملات میں ہمیشہ مساوات کا خیال رکھا جائے۔

۳۔ ملاقات کی خاطر اپنے سے کم مرتبہ کے مکان پر جانے میں کوئی عار کی بات نہیں۔ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابیؓ کے مکان پر تشریف لے جا کر یہ بات واضح کر دی۔

۴۔ کسی کو ملنے جائے، پیاس ہو، تو اس انتظار میں نہ رہے کہ پانی پلائے تو پیوں گا۔ بلکہ پانی مانگ کر پی لینا چاہیئے۔

۵۔ بڑے کو چاہیئے کہ ادنےٰ لوگوں کے حقوق اُن کو دلائے۔

بقیہ شذرات صفحہ ۳ سے آگے

تعلق ہے ہمیں حق حاصل نہیں کہ اُن کے بارے میں رائے زنی کریں لیکن اہلسنت والجماعت کے نمائندوں کے تقرر پر رائے کا اظہار ہمارا حق ہے۔ بلکہ یہ ازبس ضروری ہے۔ کمیشن کے اکثر اراکین کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ وہ اصحاب ہیں۔ جو حکومت کے ہاں مقبول و محبوب ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ جُرأت۔ سچائی اور بیباکی اور بے جا خوشنودی حاصل کرنا ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ پھر کمیشن کے دو تین اراکین انکارِ حدیث کے لئے مشہور ہیں۔ یہاں اس بحث کی ضرورت نہیں کہ حکومت یا بعض اربابِ اختیار کے ہاں اُن کے اقوال و اعمال قابلِ اعتراض نہیں۔ لیکن یہاں تو اہلیت کا معیار عام مسلمانوں کے اعتماد و اعتقاد پر ہونا چاہیئے تھا۔ پھر یہ دستور میں ہی موجود ہے کہ پاکستان میں کوئی بھی قانون یا ضابطہ کتاب و سنت کے خلاف معرضِ وجود میں نہیں لایا جا سکے گا۔ لیکن اس شق پر کما حقہٗ عملدر آمد کب ہو سکے گا جبکہ قانونی کمیشن کے کچھ اراکین "کتاب و سنت" کا مفہوم "سواد اعظم" سے جداگانہ رکھتے ہیں؟ کتاب و سُنّت سے اجتہاد و استدلال کا حق اور صلاحیت صرف کمیشن کے اراکین کو ہی نہیں ہمارے ملک میں اس قحط الرجال کے زمانہ میں بھی ہزاروں علما و فقہا موجود ہیں۔ جو اس کے ہر لحاظ سے اہل ہیں۔ بہتر یہی تھا مستند عربی مدارس اور اداروں سے ایسے فقہا کا انتخاب کیا جاتا اور سیاسی اور دوسری مصلحتوں کو بروئے کار نہ لایا جاتا۔ قارئین کرام کو یاد ہو گا۔ کہ دستورِ پاکستان کی تشکیل کے ابتدائی مراحل میں ۳۲۔ ۳۳ علماء کا ایک بورڈ بنایا گیا تھا۔ جس میں ہر مکتبۂ فکر کو نمائندگی حاصل تھی۔ اور جس بورڈ نے اپنی سفارشات مکمل اتّفاق رائے سے حکومت کو پیش کی تھیں۔ کمیشن کے اراکین کی تشکیل میں بھی نامزدگی یا انتخاب کے اختیارات بھی اسی قسم کے بورڈ کو ہوتے اور جس کے نامزد کردہ یا منتخب شدہ کمیشن کو نہ صرف جملہ حامیانِ دین کا اعتماد ہوتا بلکہ جمہور مسلمان بھی ایسے مقرر شدہ کمیشن کو اپنے حقوق کا نگہبان خیال کرتے۔ موجودہ کمیشن کی تشکیل پر نظرِ ثانی کی اشد ضرورت ہے۔ عائلی کمیشن کے سلسلہ میں حکومت دیکھ چکی ہے۔ کہ اُس کمیشن کے اراکین بھی اسی قسم کے اصحاب تھے۔ لیکن جو اس کمیشن کی کارکردگی کا حشر ہُوا اور جس طرح اُن کی تیار کردہ روئداد کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھریں یہ حکومت سے پنہاں نہیں۔ مسلمانوں کے کسی بھی مدرسۂ خیال نے ایسی سفارشات کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا۔ ؎

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

ایسے کمیشن اور ان کی کارکردگی مسلمانوں کی چہل سالہ جدوجہد کا ماحصل ہو گی قوم چشم براہ ہے کہ کب اُن کے لئے لائحہ عمل کتاب و سُنّت کے مطابق تیار ہوتا ہے۔ اس لئے حکومت کا رویّہ اس بارے میں عامیانہ نہیں ہونا چاہیئے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷
ایڈیٹر
عبدالمنان چوہان

منظور شدہ
۱- لاہور ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۱۶۳۳۱ - مورخہ ۳ر مئی ۱۹۵۶ء
۲- پشاور ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C/۳۰-۲۷، ۲۳۸۱ - مورخہ ۷ر ستمبر ۱۹۵۶ء

بدل اشتراک
سالانہ لہ للعہ
ششماہی سے
فی پرچہ ۴ر

پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا